﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۱۲؍نومبر ۲۰۰۴ء | ۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۵ ہجری قمری ۱۲؍نبوت ۱۳۸۳ ہجری شمسی | شمارہ ۴۶

لیلۃ القدر کی دعا

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ اگر مجھے علم ہوجائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو مَیں اس میں کیا دعا کروں۔ فرمایا کہ: تُو یہ دعا کر کہ: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے پس تُو مجھے بھی بخش دے اور معاف فرما دے۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

فدیہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو

جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش مَیں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو۔

''﴿وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ﴾۔ ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کرسکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور مَیں اس سے محروم رہا جاتا ہوں۔ اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ۔ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

اگر خدا چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس اُمّت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے لئے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہوجائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کردے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش مَیں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ مَیں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں کرتا ہے کب اُس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور مَیں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کرکے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان خدا چاہے تو اس تکلف کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص سے رکھتا ہے۔

خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اُسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب مَیں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے کشف میں ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کرکے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 563-564 جدید ایڈیشن)

فرمودات خلفاء

رمضان اور استجابت دعا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ اگر مَیں نے کہا ہے کہ مَیں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ مَیں ہر ایک پکار کو سن لیتا ہوں۔ جس پکار کو مَیں سنتا ہوں اس کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اوّل مَیں اس کی پکار سنتا ہوں جو میری بھی سنے۔ دوسرے مَیں اس کی پکار سنتا ہوں جسے مجھ پر یقین ہو، مجھ پر بدظنی نہ ہو۔ اگر دعا کرنے والے کو میری طاقتوں اور قوتوں کا یقین ہی نہیں تو مَیں اس کی پکار کو کیوں سنوں گا۔ پس قبولیت دعا کے لئے دو شرطیں ہیں۔ جس دعا میں یہ دو شرطیں پائی جائیں گی وہی قبول ہوگی اسی لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے الدّاع فرمایا ہے جس کے معنے ہیں ایک خاص دعا کرنے والا۔ اور اس کے آگے شرائط بتادیں جو الدّاع میں پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ وہ میری سنے اور مجھ پر یقین رکھے۔ یعنی وہ دعا میرے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ہو، جائز ہو، ناجائز نہ ہو، اخلاق کے مطابق ہو، سنت کے مطابق ہو، اگر کوئی شخص ایسی دعائیں کرے گا تو مَیں بھی اس کی دعاؤں کو سنوں گا۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اے اللہ! میرا فلاں عزیز مرگیا ہے تُو اسے زندہ کردے تو یہ دعا قرآن کے خلاف ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جب اُس نے قرآن کی ہی نہیں مانی، محمد رسول اللہ ﷺ کی نہیں مانی تو خدا اُس کی بات کیوں مان لے۔ پس ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تمہیں چاہئے کہ تم میری باتیں مانو اور مجھ پر یقین رکھو۔ اگر تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے تو مَیں بھی تمہاری دعا کیسے سن سکتا ہوں؟ پس قبولیت دعا کے لئے دو شرطیں ہیں اول ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ﴾ تم میری باتیں مانو، نمبر دو ﴿وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ اور مجھ پر یقین رکھو۔ جو لوگ ان شرائط کو پورا نہیں کرتے وہ دیندار نہیں۔ وہ میرے احکام پر نہیں چلتے اس لئے مَیں بھی یہ وعدہ نہیں کرتا کہ مَیں ان کی دعائیں سنوں گا۔ بے شک مَیں ان کی دعاؤں کو بھی سنتا ہوں مگر اس قانون کے ماتحت ان کی ہر دعا کو نہیں سنتا۔ لیکن جو شخص اس قانون پر چلتا ہے۔ اور پھر دعائیں بھی کرتا ہے مَیں اس کی ہر دعا کو سنتا ہوں''۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۰۵-۴۰۶)

اداریہ

ہماری عید

عیدالفطر رمضان کے روزوں کی عبادت کی بجا آوری کے شکرانے اور خوشی کے طور پر منائی جاتی ہے۔

یہ ایک فطری اور طبعی بات ہے کہ خوشی کے مواقع پر اپنے بچھڑنے والے پیارے یا وہ باتیں جو باعث رنج وغم ہوں سامنے آ جاتی ہیں۔ ویسے بھی عید کی خوشی میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم چاروں طرف نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ کہیں کوئی ایسا بے سہارا اور یتیم وغریب شخص تو نہیں ہے جو عید کی خوشیوں میں بھی آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر آہیں لئے الگ تھلگ بیٹھا ہو۔ کوئی ایسی بیوہ یا ستم رسیدہ بہن تو نہیں ہے جو اپنی کم نصیبی پر گریاں ہو اور جن کا غمگین دل عید منانے کے لئے تیار نہ ہو۔ کوئی ایسا مظلوم انسان تو نہیں ہے جو ظالموں کے ہاتھوں اس طرح ستایا گیا ہو کہ عید کی خوشی بھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں لا سکی ہو۔

اس انداز فکر سے سوچنے پر سب سے پہلے وہ اسیران راہ مولیٰ یاد آتے ہیں جو اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ عید کی خوشیاں منانے سے صرف اس لئے محروم ہیں کہ وہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی پیش خبریاں پوری ہو چکی ہیں۔ جو ایمان رکھتے ہیں کہ آخری زمانے کے متعلق آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ علامات پوری ہو چکی ہیں۔ جو ایمان رکھتے ہیں کہ پیشگوئیوں اور نشانات کے مطابق آنے والا موعود آ چکا ہے۔ جو ایمان رکھتے ہیں کہ آنے والے موعود کی سچائی روز روشن کی طرح واضح اور ثابت ہے۔

یاد رہے کہ ان اسیران راہ مولیٰ نے کوئی چوری نہیں کی، کسی پر ظلم یا زیادتی نہیں کی، کسی کا حق نہیں مارا، کسی کی جائیداد نہیں ہتھیائی، کسی اغوا یا زنا کے ارتکاب میں ملوث نہیں ہیں۔ بلکہ یہ لوگ محض خدا تعالیٰ کی خاطر ساری جماعت کی نمائندگی میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔

کشمیر، فلسطین، چیچنیا وغیرہ کے مظلوم مسلمان بھی یاد آتے ہیں۔ وہ لوگ کس طرح عید کی خوشیاں منا سکتے ہیں جبکہ وہ ہر وقت توپ و تفنگ اور ظلم و بربریت کی آگ میں جل رہے ہیں۔ ہم ان مظلوموں کے لئے بھی دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ظلم و ستم سے بچائے اور زمانے کے تقاضوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آخر کنند دعویٔ حب پیمبرم۔

عید کے سلسلہ میں محروموں اور مظلوموں کے ذکر پر 1947ء کی عید بھی ضرور یاد آتی ہے۔ تقسیم برصغیر کا سراسر غیر منصفانہ فیصلہ، ننگ انسانیت مظالم اور تاریخ کے سیاہ ترین ابواب رقم کرنے کا موجب بنا۔ قادیان بھی اس بے انصافی کی زد میں آیا۔ جماعت کا اکثر حصہ اس سے بری طرح متأثر ہوا۔ ایک احمدی شاعر نے اس حالت کو اس طرح پیش کیا ؎

شاعر مغموم کہتا ہے ہلال عید سے — ڈوب بھی جا جی مرا جلتا ہے تیری دید سے
آسماں سے کیا ہمارے واسطے لایا ہے تو — عید تو آئی نہیں ہے کس لئے آیا ہے تو

عام احمدی کے دل کی یہی آواز تھی تاہم ہمارے اولوالعزم امام حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرز فکر کو مومن کی شان توکل کے منافی سمجھتے ہوئے نئے عزم و حوصلہ سے آگے بڑھتے چلے جانے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ قادیان سے نکالے جانے کے بعد جماعت نے شہد کی مکھیوں کی طرح پاکستان میں اپنا چھتہ بنا کر تعلیم اسلام کی شیرینی اور مٹھاس چاروں طرف عام کرنے کا فرض پہلے سے کہیں بڑھ کر ادا کرنا شروع کر دیا۔ اس غیر معمولی ترقی کو دیکھ کر بغض و حسد کی آگ میں جلنے والوں نے قدم قدم پر پابندیاں لگانے اور مذہب اور خدا کے نام کو درمیان میں لا کر قتل و غارت اور لوٹ مار شروع کر دی۔ وہاں کے حالات سے مجبور ہو کر بعض احمدیوں کو پاکستان سے ہجرت کرنی پڑی۔ مگر جماعت کا بنیادی کام یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام کبھی بھی نظر انداز نہ ہوا بلکہ اس کام کی وسعت کے پیمانے پہلے سے کہیں زیادہ بڑے اور وسیع ہو گئے اور زمین کا کوئی حصہ یا کنارہ ایسا نہ رہا جہاں تبلیغ و اشاعت کے جہاد کبیر کی برکات نہ پہنچ رہی ہوں۔

خدا کے مامور کی جماعت کے لئے عید اور خوشی منانے کے مواقع بھی پہلے سے زیادہ وسیع اور عظیم ہوتے جا رہے ہیں۔ روزوں کی عبادت کو باحسن انجام دینے کی عید کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں نئی مساجد کی تعمیر کی عید، قرآن کریم کی اشاعت کی عید، تبلیغ اسلام اور نئے مراکز قائم کرنے کی عید، دنیا بھر میں غرباء مساکین اور محتاجوں کی مدد کرنے کی عید، دنیا بھر میں جماعت کی خدائی تائید و نصرت کے نشانات کی عید.................. ؎

شمار فضل اور رحمت نہیں ہے — مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے

(عبدالباسط شاہد)

قارئین الفضل انٹرنیشنل کو

عیدالفطر

مبارک ہو۔ (ادارہ)

ہے لطف و کرم، عفو کا، احسان کا موسم

پھر یاد خداوندی کی گھر آئیں گھٹائیں
ہے نشے میں دھت بادۂ عرفان کا موسم
پھر سحری و افطاری کے ہونے لگے چرچے
ہر سمت اتر آیا ہے قرآن کا موسم
سر رکھ دئے دہلیز پہ بخشش کی طلب میں
آنکھوں سے رواں اشکِ پشیمان کا موسم
جو بس میں ہے کر گزریں بتوفیقِ الٰہی
ہے وصلِ خداوندی کے ہیجان کا موسم
در کھُل گئے جنت کے ہوئے قید شیاطیں
خوش بختی ہے یہ درد کے درمان کا موسم
مولا تو مرا ہو جا۔ مجھے اپنا بنا لے
ہے لطف و کرم عفو کا احسان کا موسم

(امۃ الباری ناصر)

عید مبارک

اَللّٰہُ اَکْبَر، وَاللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد

(تکبیری الاپ)

امیر المومنیں کو دوستوں کو
مبارک عید ہو سب مومنوں کو

خدا برکت دے سب کی زندگی میں
کٹے ہر پل اُسی کی بندگی میں
ہر اک نعمت بہم ہو منعموں کو
مبارک عید ہو سب مومنوں کو

میّسر سب کو نفس مطمئن ہو
یہی ہے آرزو ایسا بھی دن ہو
ملے جنت یہیں پر سالکوں کو
مبارک عید ہو سب مومنوں کو

قفس میں آج ہیں۔ جتنے بھی یوسف
دعاؤں میں ہمیں۔ وہ یاد ہیں سب
سلام عشق اُن زندانیوں کو
مبارک عید ہو سب مومنوں کو

حضور عشق میں دل نذر کر کے
جو ہو جاتے ہیں یارو اُس کے در کے
نوید وصل ہو اُن عاشقوں کو
مبارک عید ہو سب مومنوں کو

کوئی مانے نہ مانے یہ صداقت
جمیؔل اسلام ہے اب احمدیّت
خدا ملتا ہے اُس کے طالبوں کو
مبارک عید ہو سب مومنوں کو
امیر المومنیں کو دوستوں کو

(جمیل الرحمٰن (ہالینڈ)

درس سورۃ الفاتحۃ

(فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ۔23؍جون 1984ء)

تسلسل کے لئے دیکھیں
الفضل انٹرنیشنل، 5؍نومبر2004ء
جلدنمبر 11شمارہ نمبر 45

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ درس القرآن سے ربط کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

پچھلے اتوار کے درس میں ہم آیت ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ تک پہنچے تھے اور مَیں نے وعدہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات جو ان آیات میں بیان کی گئی ہیں ان کے آپس کے تعلق پر گفتگو کروں گا۔

سب سے پہلے مَیں رَحْمٰن سے شروع کرتا ہوں۔ ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ پر مَیں نے کافی لمبی بحث کی ہے لیکن مضمون کے جوڑ کے لئے مجھے رَحْمٰن سے ابتدا کرنی ہوگی۔ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا تھا رَحْمٰن اور رَحِیْم کی تکرار بہت اہم ہے اس لئے کہ یہاں اس تکرار کا تعلق بالخصوص قرآن کریم کے نزول کے ساتھ ہے۔ اور مَیں نے ایک وجہ بیان کی تھی کہ بجائے اَلْعَلِیْم یا خَالِقْ کے لفظ رَحْمٰن کیوں استعمال کیا گیا ہے۔ مَیں نے بتایا تھا کہ خلق کے لئے اَلرَّحْمٰن زیادہ موزوں لفظ ہے۔

صفت اَلرَّحْمٰن کے مختلف پہلو

لیکن یہاں اَلرَّحْمٰن استعمال کرنے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ انسانی ترقی میں ہم ایک اور دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ جس میں انسان کے لئے ایک عالمی مذہب نازل ہونا چاہئے تھا اور صفت رَحْمٰن کے معنے ہیں ایک مشفق اور مہربان ہستی جو ایک گروہ اور دوسرے گروہ کے لوگوں میں تفریق نہیں کرتی۔ خواہ وہ کافر ہوں یا مومن، کالے ہوں یا گورے، سرخ ہوں یا پیلے۔ وہ سب اس ہستی کی نظر میں ایک ہیں اور اس کا احسان ہر ایک کو بلاتفریق اور بلا امتیاز پہنچتا ہے۔

پس یہ پہلا موقع تھا جب ایک عالمی مذہب نازل کیا جانا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایک ایسا مذہب جو کالے اور گورے اور پیلے غرضیکہ تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے نازل ہو۔ اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں لفظ رَحْمٰن ہی ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ تمام دنیا پر رَحْمٰن کا اطلاق ہوتا ہے اور رحمانیت کے فیضان سے کافر ہو یا مومن کوئی بھی باہر نہیں۔ مثال کے طور پر موسم ہر ایک کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتا ہے۔ بارشیں آتی اور جاتی ہیں، موسم آتے جاتے ہیں اور مظاہر قدرت جو سائنس کی مختلف شاخوں میں معلوم ہوتے ہیں ان کا اطلاق ہر ایک پر یکساں طور پر ہوتا ہے۔ اس میں کوئی تفریق نہیں۔ چاہے کوئی دوست ہو یا دشمن، کوئی خدا کا دشمن ہو یا خدا کی پرستش کرتا ہو وہ سب یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایسا مذہب جو کسی خاص قبیلہ، اسرائیلیوں یا ہندوؤں یا ایرانیوں کے لئے نازل نہ ہونا تھا۔ اس کا سرچشمہ رحمانیت ہی ہوسکتی ہے۔

پس جب قرآن رَحْمٰن کی طرف سے نازل ہوا تو یہ ایک عظیم خوشخبری تھی کہ اگرچہ ماضی میں مذاہب کے فوائد خاص قوموں تک محدود رہے اور ان کو ان تنگ دیواروں سے نجات حاصل نہ ہوئی لیکن اب انہیں عالمی بنا دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اب رَحْمٰن خدا کلام کررہا ہے۔ یہ غیر ممکن تھا کہ رَحْمٰن پیغام دے رہا ہو اور چین کو مثلاً نظرانداز کردے۔ یا عربوں کو نظرانداز کر دے۔ جب رَحْمٰن خدا انسان کو پیغام دیتا ہے تو تمام بنی نوع انسان کو پیغام ملنا چاہئے۔ اس کا ایک حسین زاویہ یہ ہے کہ اگر آپ تمام مقدس کتابوں کا مطالعہ کریں جو مختلف مذاہب اور مختلف ممالک میں پائی جاتی ہیں تو آپ کو کوئی ایسا حوالہ نہ ملے گا کہ وہ کتاب رحمٰن خدا نے نازل کی تھی۔ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے قرآن کریم یہ واضح دعویٰ کرتا ہے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ (سورۃ الرحمن :2)۔ کوئی اور ایک بھی کتاب نہیں جس میں کسی قسم کا اشارہ رحمٰن خدا کے متعلق ہو کہ اس نے کتاب نازل کی تھی۔ ایسا اشارہ منطقی طور سے نہیں ہوسکتا کیونکہ جب بنی اسرائیل کو خطاب تھا تو اگر تورات میں یہ لکھا ہوتا کہ رحمٰن خدا کلام کررہا ہے تو یہ کس طرح درست ہوتا؟ کیونکہ وہ کلام صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا۔ یہ بنی اسرائیل تک محدود کلام لفظِ رحمٰن کے استعمال کو جھٹلا رہا ہوتا کیونکہ اس صورت میں یہ کلام ہر ایک کے لئے یکساں ہونا چاہئے تھے۔

لفظ رحمانیت کے اور بھی پہلو ہیں جو تشریح طلب ہیں اور ایک مسلمان کو ان کا علم ہونا چاہئے کیونکہ ایسا علم دوسرے مذاہب کے تعلق میں فائدہ مند ہوگا۔

بگڑی ہوئی یہودی فلاسفی کا ردّ

رحمانیت یہودی فلاسفی کا بھی ردّ کرتی ہے۔ اگرچہ یہ نظریہ اپنی اصلی حالت میں درست تھا، اس میں کوئی خرابی نہ تھی۔ لیکن جب مَیں کہتا ہوں رحمانیت یہودی فلاسفی کی تردید کرتی ہے تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ اس کی بگڑی ہوئی وہ شکل جس نے حضرت موسیٰ ؑ سے لمبے عرصے بعد جنم لیا تھا۔ جب حضرت موسیٰ ؑ تشریف لائے تو اس وقت ان کی فلاسفی درست تھی۔ آپ نے ایک محدود قوم کو ایک محدود عرصے کے لئے پیغام دیا تھا اور آپ نے مذہب کو اجارہ داری کے طور پر قائم نہیں کیا تھا۔ آپ تورات میں کہیں یہ ذکر نہ پائیں گے کہ حضرت موسیٰ ؑ نے کہا ہو کہ مَیں مذہب کو یا خدا کی رحمت کو صرف بنی اسرائیل کی اجارہ داری بنانے آیا ہوں۔ ایسی تمام آیات جو آپ بائبل میں دیکھتے ہیں یا ان کی تشریحات پڑھتے ہیں وہ بعد کے زمانے کی پیداوار ہیں۔ لیکن موجودہ یہودیت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ خدا کا سارے کا سارا تعلق جو اس نے کسی زمانے میں بھی بنی نوع انسان کے ساتھ قائم کیا تھا اور انہیں الہام سے نوازا وہ اسرائیلی نبیوں کے ساتھ مخصوص تھا۔ ان کے علاوہ خدا نے کبھی کسی اور سے کلام نہیں کیا۔ کسی خطہ کے انسان کے ساتھ کلام نہیں کیا سوائے ان علاقوں کے جہاں بنی اسرائیل بودوباش رکھتے تھے اور وہی اکیلے ہدایت کے مشعل بردار اور خدا کے نمائندہ ہیں۔ لیکن تمام نوع انسان کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنی قوم کے لئے اور یہ ہے اس کا المناک حصہ۔

رحمانیت ہمیں بتاتی ہے کہ کہ اگر خدا رحمٰن ہے یعنی تمام بنی نوع انسان اور تمام خَلقت کا خدا ہے اور ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْن﴾ اس نظریہ کو مزید وسیع کرتا ہے کہ تمام عالم جس کا ہمیں علم ہے اور زمان ومکان میں ہماری غیب کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو پھر کس طرح ایسا خدا اپنی رحمت اور شفقت کو ایک محدود علاقہ کے لوگوں کی ایک خاص نسل تک محدود کردے، بلکہ اس خطہ کے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بھی نظرانداز کر دے۔ اس لئے بنی اسرائیل صرف اسرائیل سے شروع ہوئے تھے اور حضرت ابراہیم ؑ بھی اسرائیلی نہ تھے کیونکہ اسرائیل آپ کا ایک بیٹا تھا۔ پس جب بنی اسرائیل خدا کی رحمت کو اپنے تک ہی محدود کرتے ہیں تو وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت یعقوب ؑ سے پہلے جو لوگ اس خطہ میں بودوباش رکھتے تھے وہ بھی خدا کی رحمت سے محروم رہے۔ یہ طبعی نتیجہ ہے ان کے دعویٰ کا۔ اگر وہ ان الفاظ میں نہ بھی کہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کے تمام نسلی قبیلے جو ان علاقوں میں رہتے تھے (یہودیوں کے دعویٰ کی رُو سے) صرف وہی تھے جنہوں نے خدا کی رحمت سے حصہ پایا تھا۔ لیکن رَحْمٰن ان تمام دعاوی کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پھر ایسی صورت میں ایسا خدا ہر ایک کا خدا نہیں رہتا۔ یا آپ لوگ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں کہ خدا صرف محدود لوگوں پر ہی ظاہر ہوا۔

جب آپ یہودیوں یا عیسائیوں سے آنحضرت ﷺ کی بعثت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو ایک اعتراض وہ یہ کرتے ہیں کہ خدا نے اپنی رحمت کا وعدہ صرف حضرت ابراہیم ؑ کے بیٹوں کے ساتھ کیا تھا اور بیٹوں میں سے بھی اس کا وعدہ صرف حضرت اسحٰق ؑ کے حق میں تھا اور حضرت اسماعیل ؑ کو بھی اس رحمت سے باہر رکھا گیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ خدا کی رحمت ایک خاص قوم کے لئے محدود ہے بلکہ مزید فرق اور امتیاز کی شرط کے ساتھ کہ اس رحمت کو (ان کے دعویٰ کے مطابق) ایک خاندان میں محصور کردیا گیا ہے۔

اس لئے ان لوگوں کے ساتھ گفتگو کا آغاز خدا تعالیٰ کی صفات سے کرنا چاہئے۔ آپ کو واپس خدا تعالیٰ کی صفات کی طرف جانا چاہئے اور ان سے پوچھیں کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو رحمٰن خدا مانتے ہو یا نہیں؟ کیا وہ تمام بنی نوع انسان اور تمام کائنات کا خدا ہے یا نہیں؟ کیا بہت سے خدا تھے جنہوں نے مختلف کائناتیں بنائیں؟ کیا مختلف خدا تھے جنہوں نے مختلف لوگ پیدا کئے؟ یہود سختی سے ایک خدا کے قائل ہیں اس لئے ان کو ضرور ماننا چاہئے کہ نہیں، صرف ایک ہی خدا ہے۔ پس اگر ایک واحد خدا ہے تو اس کے لئے یہ غیر ممکن ہے کہ اپنے ظہور کو صرف ایک قوم تک محدود کر دے بلکہ اور زیادہ امتیازی سلوک کرتے ہوئے اس خاندان کے ایک حصہ کو ردّ کر دے اور دوسرے حصہ کو چن لے۔

اسی لئے ہمارے لئے رحمانیت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ ہمارے اعتقاد کا ایک بنیادی حصہ ہے۔ اور اس سے ہمیں دوسروں کے غلط عقائد کی تردید کرنے میں مدد ملتی ہے۔

مجھے یہاں ایک بات ضرور واضح کردینی چاہئے کہ آپ کو یہودیت کو محض یہودیت کی وجہ سے ردّ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر آپ یہودیت کو محض یہودیت کی وجہ سے ردّ کریں گے تو آپ خدا تعالیٰ پر بھی الزام لگانے والے بنیں گے۔ یہودی مذہب اپنے نزول کے وقت ایک کامل مذہب تھا اور اس مذہب نے اس قوم کی تمام ضروریات کو پورا کیا جن کے لئے یہ نازل ہوا تھا۔

خدا تعالیٰ نے اسے خدائے رحمٰن کی طرف کیوں منسوب نہ کیا؟ اس لئے کہ وہ ان لوگوں کے لئے ایک محدود شکل میں ظاہر ہورہا تھا یہی وجہ ہے کہ اس نے تورات کے متعلق اپنی صفت رحمٰن کا ذکر نہ کیا۔

بگڑی ہوئی عیسائی فلاسفی کا ردّ

اسی طرح رحیمیت، عیسائیت کی فلاسفی کا واضح ردّ پیش کرتی ہے لیکن یہاں مَیں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی عیسائیت نہیں بلکہ یہ وہ عیسائیت ہے جو بعد کے زمانے کے لوگوں نے اپنالی۔

رحیمیت ایسی صفت ہے جو نہ صرف تکرار کرتی ہے بلکہ جب آپ محنت کرتے ہیں تو یہ اس کا بہت زیادہ اجر دیتی ہے۔ پس وہ خدا جسے سورۃ فاتحہ پیش کرتی ہے۔ اس سخت مزاج جج کی طرح نہیں بلکہ ایسے منصف سے کہیں اعلیٰ ہے جس کا ذکر رحیمیت کی صفت میں کیا گیا ہے۔ اگر آپ محنت کریں تو وہ آپ کو اس کا اجر آپ کے حق سے بہت زیادہ عطا کرتا ہے۔ پس جب وہ اس اجر سے جس کے آپ مستحق ٹھہرتے ہیں بہت زیادہ اجر دے سکتا ہے۔ تو پھر آپ کس طرح اسے ایک سخت مزاج جج کی طرح انصاف پر عمل کرنے والا قرار دے سکتے ہیں؟ جیسا کہ بعد کے زمانے کے یہود کا خیال ہے۔

لیکن عیسائیت میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ایک طرف وہ یہود کے اس انصاف کے نظریہ پر ہنستے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یعنی وہ شیکسپیئر کے ناول کے ایک کردار ’شائی لوک‘ پر ہنستے ہیں لیکن دوسری طرف جب وہ خود دوسروں کو عیسائیت کے بارہ میں بتاتے ہیں تو خدا کو بعینہٖ ’شائی لوک‘ کے حلیہ میں پیش کرتے ہیں کہ وہ بخش نہیں سکتا۔ تو پھر وہ اتنی صدیوں سے یہود کے انصاف کے نظریہ پر کیوں ہنس رہے ہیں۔

قرآن کریم کی یہ آیت رحیمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عیسائیت کا یہ نظریہ ردّ کرتی ہے کہ خدا گناہوں کو بخش نہیں سکتا اور عمل کا حق سے زیادہ اجر نہیں دے سکتا۔ رحیمیت نہ صرف حق سے زیادہ دینے کے معنی رکھتی ہے بلکہ بخشش پر دلالت کرتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک مزدور غلطی کرتا ہے یا کوئی فروگذاشت کرتا ہے اور اگر اس کا مالک اسی مناسبت سے اس کی کمزوری سے پیسے کاٹ لیتا ہے تو ایسا مالک رحیم نہیں کہلائے گا بلکہ وہ رحیم کے معنوں کی ضد ہے۔ لیکن اگر کوئی مالک مزدور کے نقص یا کوتاہی یا فروگذاشت سے صَرفِ نظر کرتا ہے بلکہ مزدور کو پوری

مزدوری کے علاوہ اپنی جیب سے کچھ زیادہ دے دیتا ہے۔تو ایسے مالک کو رحیم کہیں گے۔اگر آپ ایک رحیم خدا پر ایمان نہیں رکھتے تو عیسائیت کے لئے ان کے اس نظریہ کے ساتھ کوئی جگہ نہیں کہ خدا گناہ نہیں بخش سکتا کیونکہ وہ صرف منصف ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔اس صورت میں وہ شیکسپیئر والے ’شائی لوک‘ جیسا بن گیا جسے کوئی عقلمند اور توازن رکھنے والا شخص قبول نہیں کرسکتا۔

وحدت وجود کی فلاسفی کا ردّ

سورۃ فاتحہ کی یہ آیات ایک اور فلاسفی کا بھی ردّ کرتی ہیں جس نے بنی نوع انسان کے ایک بڑے طبقہ کو متأثر کر رکھا ہے اور وہ وحدت وجود یعنی ہمہ اوست کا نظریہ ہے۔جو مختلف وقتوں میں صوفی ازم کے ذریعہ اسلام میں بھی داخل ہوگیا۔ایک اور بہت بڑا طبقہ جو یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے زیر اثر نہیں وہ بھی وحدت وجود کا عقیدہ رکھتا ہے اس لئے اس عقیدہ کو ردّ کرتے ہوئے یہ آیات تمام بنی نوع انسان سے تعلق رکھتی ہیں۔کوئی طبقہ بھی ان کے اثر سے باہر نہیں۔اس پر مزید بحث مَیں بعد میں کروں گا لیکن ﴿رَبِّ الْعٰلَمِیْن﴾ ہندوؤں کے تناسخ کے عقیدہ اور ان کی کائنات کے بارہ میں فلاسفی کا بھی ردّ کرتی ہے۔جب ہم اس پر بحث کریں گے تو یہ ایک مکمل بحث ہوگی۔

سورۃ فاتحہ میں ہر قسم کی فلاسفی جو اسلامی نظریات سے تصادم رکھتی ہے اس کا جواب دیا گیا ہے اور اس میں ان کے بنیادی عقائد کی غلطیوں کو نشانہ بناتے ہوئے انہیں جڑ سے اکھیڑ دیا ہے۔ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ سورۃ فاتحہ تمام قرآن کریم پر حاوی ہے اس لئے وہ صرف دوسرے مذاہب کے بنیادی عقاید پر بحث کرسکتی تھی اور ان کی تفاصیل آپ کو پورے قرآن کریم کی مختلف صورتوں میں پھیلی ہوئی ملیں گی۔جہاں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ کس طرح ان فلسفوں کا قلع قمع کیا جائے، تفاصیل نظر انداز نہیں کی گئیں۔لیکن جہاں تک سورۃ فاتحہ کا تعلق ہے اس کی آیات میں دنیا کو بنیادی باتوں سے آگاہ کرنا ضروری تھا ورنہ سورۃ فاتحہ، امّ القرآن اور القرآن العظیم ہونے کا دعویٰ نہ کرسکتی۔

اب مَیں ان دو فلاسفیوں کے ردّ کی طرف آتا ہوں۔وحدت وجود کا نظریہ خدا کو ایک مظہر قدرت کے طور پر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کائنات سے الگ وجود نہیں رکھتا۔یہ اسی قسم کا نظریہ ہے جسے انگریزی شاعر Wordsworth نے اپنی شاعری میں پیش کیا ہے اور کسی حد تک Coleridge نے بھی۔لیکن انگلستان کا Wordsworth اس نظریہ کا جھنڈا بلند کرنے میں پیش پیش تھا۔ایک وحدت الوجودی خدا جو اپنے آپ کو کائنات میں ظاہر کرتا ہے اور اس سے الگ وجود نہیں رکھتا۔یہ فلاسفی ہے جو مشرق بعید میں پائی جاتی ہے۔چینی لوگ، کوریا کے لوگ، جاپانی لوگ اور چین اور ہندوستان کی چھوٹی قوموں کے لوگ اس فلاسفی کو کسی نہ کسی شکل میں قبول کرتے ہیں۔یہ مختلف فرقوں کے لوگ ہیں۔مثلاً کنفیوشس کے ماننے والے، کچھ تاؤازم (Taoism) کے ماننے والے اور شنٹوازم (Shintoism) کے ماننے والے ہیں۔اور یہ بنیادی فلاسفی ان میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے۔وہ کہتے ہیں کائنات خدا ہے اور خدا کائنات ہے اور اس سے باہر کوئی طاقت نہیں جسے ہم کائنات کے علاوہ تصور کرسکیں۔یہ قوانین قدرت کا مجسمہ ہے جس کے آگے ہمیں سر جھکانا چاہئے۔پس وہ قوانین قدرت کے آگے جھکتے ہیں۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بزرگ آباء واجداد جو گزر چکے ہیں وہ بھی ایک طرح کائنات کا حصہ ہیں اور ان کی بھی کائنات میں ظہور کے طور پر پرستش کرنی چاہئے۔

کائنات میں صرف انسان نے شعور حاصل کیا ہے اور چونکہ وہی سب سے اونچی چوٹی تک پہنچا ہے اس لئے جو بزرگ فوت ہوجاتے ہیں وہ شعوری طور سے کائنات کا حصہ بن جاتے ہیں، اپنے جسم کے ساتھ نہیں۔اس وجہ سے ان مذاہب میں آباء واجداد کی پرستش کا نفوذ ہوگیا ہے یعنی مشرق بعید اور جنوبی ایشیا کے مذاہب۔

قرآن کریم کہتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾۔تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔عالم ایک الگ وجود رکھتا ہے۔اُس وجود سے جو اس کا علم رکھتا ہے۔یا اس ہستی سے جو اسے جانتی ہے۔لفظ عالم کائنات کو بیان کرنے کے لئے ایک خوبصورت لفظ ہے جو قرآن کریم کی فلاسفی سے کامل مطابقت رکھتا ہے۔جب آپ کہتے ہیں عالَم، تو کوئی ایسا وجود ضرور ہونا چاہئے جو اسے جانتا ہو۔اور وہ وجود یا ہستی جو اسے جانتی ہے اُس عالَم کا حصہ نہیں ہوسکتی۔اس کا وجود الگ ہونا چاہئے۔پس اس لحاظ سے کوئی واضح اور نمایاں ہستی ہونی چاہئے جو ہر ایک چیز سے جو پیدا کی گئی ہے بکلّی الگ ہو اور وہ اللہ ہے۔جو رَبُّ الْعٰلَمِیْن یعنی اس عالَم کا پالنہار ہے اور اس کا پیدا کرنے والا ہے۔یہ بھی ربّ کے معنے ہیں۔لفظ ربّ میں دونوں صفات ﴿اَلرَّحْمٰن﴾ اور ﴿الرَّحِیْم﴾ مجتمع ہوگئی ہیں۔اور یہ خلق کا مفہوم بھی رکھتا ہے۔پس ربّ۔ایسی ہستی نہیں جو صرف قائم رکھتی ہے بلکہ پیدا بھی کرتی ہے۔

ربوبیت کے تیسرے معنے ہیں جاگیر، ملکیت، کامل ملکیت۔پس ایک ہے ملکیت اور دوسرا مالک۔جیسے غلام اور غلام کا مالک۔اسی طرح ایک چیز جس کے بارہ میں علم ہے اور وہ وجود جو اسے جانتا ہے۔یہ سارے استعمال قطعی طور پر واضح کرتے ہیں کہ کوئی وحدت الوجود کا نظریہ نہیں جو اسلام اور قرآن کریم کو قابل قبول ہو۔یہ محض ایک دعویٰ ہی نہیں بلکہ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا اسلام جب اپنے انکار کرنے والوں کو مخاطب کرتا ہے تو وہ منطقی استدلال کے میدان میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔اس میدان میں اسلام ایک نہایت حسین اور امتیازی رویہ کا حامل ہے جو دوسرے کسی مذہب نے اس کامل حسن کے ساتھ کبھی نہیں اپنایا۔جب اسلام ایک دعویٰ کرتا ہے تو آپ اس دعویٰ میں اس کی دلیل بھی پائیں گے۔ایک نقطہ نظر سے وہ دعویٰ ہے لیکن اگر آپ ذرا رخ بدلیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ دعویٰ نہ تھا بلکہ دلیل تھی۔

پس رَبِّ الْعٰلَمِیْن ایک نقطہ نظر سے ایک دعویٰ ہے لیکن ایک اور نقطہ نظر سے یہ دلیل ہے۔اس لئے کہ اگر آپ کائنات کی طرف رخ کریں تو وہاں آپ دیکھیں گے کہ اس کا پالنہار ایک الگ وجود ہونا چاہئے اس کائنات سے جسے قائم رکھا جارہا ہے۔خالق اس چیز سے ضرور الگ ہونا چاہئے جسے اس نے پیدا کیا ہے۔اس لئے کہ خلقت میں کمال اور حمد پائی جاتی ہے اور یہ چیزیں کسی اور وجود کی طرف رہنمائی کرتی ہیں جو ان چیزوں کے پیچھے ہے۔جب کہ مَیں نے بیان کیا تھا عالم کا مطلب ہے کوئی ایسی چیز جس کا علم ہو اور ایک معلوم چیز جو غیب کی طرف رہنمائی کرے۔اس مضمون پر مَیں نے تفصیلی بحث کی ہے۔جب آپ دوبارہ اس پر نظر ڈالیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ دعویٰ نہیں بلکہ یہ کائنات کے مطالعہ سے ایک قطعی ثبوت ہے کہ خالق، مخلوق سے ضرور ایک الگ وجود ہونا چاہئے۔پالنہار ایک الگ وجود ہونا چاہئے اور جسے قائم رکھا جارہا ہے وہ الگ چیز ہے۔اشارہ کرنے والی انگلی الگ ہونی چاہئے اس چیز سے جس کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔منطقی لحاظ سے یہ ایک نہیں ہوسکتے اور کائنات کا مطالعہ اسے ثابت کرتا ہے۔پس وحدت الوجود کے عقیدہ کا خاتمہ ہوگیا۔اسی طرح بعض ہندوؤں کا عقیدہ کہ خدا اور کائنات دونوں ہمیشہ سے ہیں۔(یہ ہے فرق ہندو نظریہ اور وحدت الوجود کے نظریہ کا)۔لیکن اگر ایک دفعہ آپ نے ہندو نظریہ پر سیر حاصل بحث کردی تو اس قسم کے باقی تمام نظریات جو انسان نے سوچے تھے ان کا نقص بھی واضح ہوجائے گا۔آپ نظریات کا کوئی ایسا مجموعہ پیش نہیں کرسکتے جو سورۃ فاتحہ میں بحث سے باہر رہ گیا ہو۔سورۃ فاتحہ سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اور کچھ اس سے باہر نہیں۔جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہندو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگرچہ خدا ایک الگ ہستی ہے لیکن اس کا وجود کائنات کے خالق کے طور پر الگ نہ تھا بلکہ کائنات ہمیشہ سے اس کے ساتھ تھی۔

اس نظریہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں مؤثر اور کامل طور پر ردّ کیا ہے۔آپ میں سے جن لوگوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب گہرے غور سے پڑھنی چاہئے جس طرح کہ اس کتاب کے پڑھنے کا حق ہے ورنہ آپ اسے نہ سمجھ سکیں گے۔یہ نہایت ٹھوس کتاب ہے جس میں بے شمار مضامین بیان ہوئے ہیں۔بعض اوقات آپ کتاب کے حُسن سے پوری طرح لطف اندوز نہ ہوسکیں گے کیونکہ اس کے مضامین بہت گہرے ہیں اور عام آدمی بغیر گہرے غور کے انہیں سمجھ نہیں سکتا۔بعض دفعہ پڑھتے وقت آپ پر نیند طاری ہوجائے گی کیونکہ اس کا مطالعہ آپ کے لئے گراں بار ہے۔اگر آپ ایک ہلکا پھلکا مضمون پڑھ رہے ہوں مثلاً افسانہ تو آپ پر شاذونادر ہی نیند کا غلبہ ہوگا لیکن جب آپ اپنے نصاب تعلیم کی طرف متوجہ ہوں تو پھر دیکھیں کتنی جلدی آپ پر نیند سوار ہوتی ہے۔لوگ اسے Boring کہتے ہیں۔لیکن مضمون بذات خود Boring نہیں ہوتا۔اس کی وجہ آپ میں کچھ خامی ہے۔آپ اُس کو سمجھنے کی قابلیت سے عاری ہیں اس وجہ سے آپ Bore ہوجاتے ہیں یعنی اکتا جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض تبصرہ نگاروں (جن میں زیادہ تر معاندین شامل ہیں) کا کہنا ہے کہ ہم نے براہین احمدیہ کی تعریف میں بہت کچھ سنا تھا لیکن جب ہم نے اس کا مطالعہ کرنا چاہا تو اس کو محض دردِسر پایا۔ہمیں بالکل سمجھ نہ آئی۔ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک سکول کا طالبعلم آئن سٹائن کو سمجھنے کی کوشش کرے۔وہ بھی اسے دردِسر پائے گا۔بمشکل اس نے پہلا صفحہ پڑھا ہوگا کہ وہ سونے لگے گا۔یہی اثر براہین احمدیہ کا ایک عام پڑھنے والے پر ہوگا۔پس مَیں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ اس کتاب میں داخل ہونے سے پہلے آپ اپنی تمام قابلیتوں کو بروئے کار لائیں، پوری تیاری کریں۔ہاں جب آپ اسے سمجھنے لگیں گے تب آپ کو معلوم ہوگا کہ کیوں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کے بڑے بڑے علماء نے اس کتاب کو اس قدر خراج تحسین پیش کیا تھا۔یہ کتاب ہندوستان میں ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔اس کتاب نے اسلام کے دوسرے مذاہب کے ساتھ بحث و مباحثہ میں ایک نئے تاریخی دور کا آغاز کیا اور جیسا کہ مَیں نے بیان کیا حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ میں ان چاروں نظریات کو مدلّل طریقہ سے ردّ کیا ہے۔خاص طور پر ہندو فلاسفی کو (عیسائی فلاسفی کو بھی) لیکن بنیادی طور پر آپ نے ہندو فلاسفی پر بحث کی ہے کیونکہ اس وقت بحث ومباحثہ میں اسلام پر حملہ کرنے میں وہی پیش پیش تھے۔

ہندو فلاسفی کا ردّ

پس سورۃ فاتحہ ہمیں بتاتی ہے ﴿رَبّ الْعٰلَمِیْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کہ اللہ کائنات کا ہم جلیس نہ تھا بلکہ اس کا خالق ہے اور اس کی ضرویات کا پورا اور کامل خیال رکھتا ہے۔اگر کائنات خودبخود ازل سے تھی تو جو کچھ اس کے اندر تھا اور جو کچھ اس نے بعد میں بننا تھا ان کا آپس میں کوئی تعلق نہ ہوتا۔اور نہ اس بات میں کوئی تعلق ہوتا کہ اس کے اندر کیا تھا اور مستقبل کی مخلوق کی کیا ضرورت ہونی تھیں۔یہ ایک اہم نکتہ ہے جسے آپ کو پوری طرح ضرور سمجھ لینا چاہئے۔

باقی صفحہ نمبر 10پر ملاحظہ فرمائیں

پنجاب شاپ
ہر قسم کے مصالحہ جات، مٹھائیاں، آٹا، چاول،
تازہ سبزیاں اور گھریلو سامان بارعایت خریدیں
ہر قسم کی تقریبات کے لئے پاکستانی کھانوں کا بہترین انتظام
بیت الرشید کے بالکل نزدیک
PUNJAB SHOP
Kieler Str. 641
22527 Hamburg - Germany

Punjab Sweets & Restauran
ایک سو مہمانوں کے لئے خوبصورت پارٹی ہال اور باربی کیو پارٹی کے لئے بھی جگہ موجود ہے۔
کھلے آسمان تلے بہترین کھانوں کا لطف اٹھائیں۔
ہر قسم کی مٹھائیاں اور کھانے کا بہترین مرکز
Munawar Ahmad (Babbi)
Punjab Sweets & Restaurant
172-174 Upper Tooting Road
Tooting, London
Tel: 020 8767 3535

خطبہ جمعہ

رمضان کا درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے

اعتکاف کے مسائل اور لیلۃ القدر کی حقیقت اور عظمت و اہمیت سے متعلق احادیث نبوی اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے پر معارف مضمون کا بیان

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۲۹/اکتوبر ۲۰۰۴ء بمطابق ۲۹/اخاء ۱۳۸۳ھ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رمضان کا تقریباً نصف گزر چکا ہے۔ اگلی جمعرات سے انشاء اللہ تعالیٰ آخری عشرہ شروع ہو جائے گا۔ اور اس آخری عشرے میں عموماً مساجد کی رونق زیادہ ہو جاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں، ہم ایک ترقی کرنے والی قوم ہیں ہماری خوشیاں اسی وقت دائمی خوشیاں کہلا سکتی ہیں، یا ہمیں اسی وقت کسی نیکی کو دیکھ کر دلی خوشی پہنچ سکتی ہے جب یہ نیکی دائمی ہو، ہمیشہ رہنے والی ہو۔ جو جوش و خروش آج کل نظر آتا ہے یہ ہمیشہ نظر آنے لگ جائے۔ تو بہرحال مَیں یہ کہہ رہا تھا کہ اگلے جمعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو جائے گا، بلکہ جمعرات سے ہی۔ اور اس میں عموماً مساجد میں گہما گہمی اور رونق اور حاضری مزید بڑھ جاتی ہے۔ اور اس کی کئی وجوہات بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آخری عشرے میں ہر ایک کو خیال ہوتا ہے کہ آخری عشرہ ہے دعائیں کر کے فائدہ اٹھا لو اور اس لئے بھی کہ اس آخری عشرے میں آنحضرت ﷺ نے لیلۃ القدر کی خوشخبری دی ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے، اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے عموماً لوگ کیونکہ رمضان میں ہر ایک اٹھ رہا ہوتا ہے ان دنوں میں خاص طور پر روزہ کے لئے تو اٹھتے ہیں، ساتھ تہجد کے لئے اٹھتے ہیں۔ نوافل کی ادائیگی بھی کرتے ہیں۔ اور پھر اسی برکت کی وجہ سے مسجدوں کا رخ بھی کرتے ہیں۔ پھر ان دنوں میں بڑی مساجد میں رونق بڑھنے کی ایک وجہ اس آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھنا بھی ہوتا ہے۔ غرض رمضان میں عموماً مسجدں میں کم نظر آنے والے جو لوگ ہیں، جمعوں پہ آنے والے یا عیدوں پہ آنے والے، ان میں سے بھی اکثریت ایسی ہوتی ہے جو بڑے ذوق شوق سے ان دنوں میں مسجد میں آ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مومنوں کی جماعت کی نیکیوں میں بڑھنے کی دوڑ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش عارضی نہیں ہونی چاہئے۔ ان نیکیوں کو اور ان کوششوں کو اب انشاء اللہ تعالیٰ سب کو جاری رکھنے کی کوشش اور دعا کرنی چاہئے۔ جن کو اس رمضان میں یہ نیکیاں کرنے کی توفیق ملی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ’’رمضان کے مہینہ کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے‘‘۔

(صحیح ابن خزیمة کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان)

رحمت حاصل کرنے کے پہلے دس دن بھی گزر گئے اور دوسرا عشرہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا عشرہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنی طرف بڑھنے والوں کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس مغفرت کی چادر میں ان دنوں میں لپٹے۔ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت ہوئی ہے، ہمیں موقع ملا ہے کہ اس سال پھر رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور یہ اسی کا فضل اور اسی کی رحمت ہے اور اسی کا انعام ہے کہ ہم اب دوسرے عشرے سے گزر رہے ہیں۔ اس میں جتنی زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اس کے آگے جھک کر، اس سے بخشش مانگتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کی کوشش کریں گے، اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں گے، اُتنی زیادہ اس کی مغفرت ہمیں اپنی لپیٹ میں لیتی چلی جائے گی۔ اُتنے زیادہ اس کی رحمت کے دروازے ہم پر وا ہوتے چلے جائیں گے، ہم پر کھلتے چلے جائیں گے۔ جتنے زیادہ ہم نیکیوں پر قائم ہوتے چلے جائیں گے، اتنا ہی زیادہ ہمیں نیکیوں پر قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرماتا چلا جائے گا۔ اور جتنی زیادہ ہمیں نیکیوں پر قائم ہونے کی طاقت پیدا ہوتی چلی جائے گی اور پھر جب اس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے ہوئے اس کی مغفرت طلب کرتے ہوئے آخری عشرے میں ہم داخل ہوں گے تو فرمایا یہ تمہیں آگ سے نجات دلانے کا باعث بن جائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہو جاؤ گے۔ اور اس وجہ سے آئندہ نیکیوں میں ترقی کرنے والے ہو جاؤ گے اور بدیوں کو ترک کرنے والے ہو جاؤ گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نیک نیتی سے استغفار کرنی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدم حاصل ہے۔‘‘ یعنی استغفار توبہ سے بڑھ کر رہے ’’کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا اور پھر اس قوت کے بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا۔ اور نیکیوں کے کرنے کے لئے اس میں ایک قوت پیدا ہو جاوے گی۔ جس کا نام تُوْبُوْا اِلَیْہِ ہے اس لئے طبعی طور پر بھی یہی ترتیب ہے۔ غرض اس میں ایک طریق ہے جو سالکوں کے لئے رکھا ہے کہ سالک ہر حالت میں خدا سے استمداد چاہے۔ سالک جب تک اللہ تعالیٰ سے قوت نہ پائے گا کیا کر سکے گا۔ توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے۔ اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوت مر جاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کرو گے اور پھر توبہ کرو گے تو نتیجہ یہ ہوگا ﴿یُمَتِّعُکُمْ مَتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ (ھود:3)‘‘ یعنی ایک مدت تک تمہیں اللہ تعالیٰ بہترین سامان معیشت عطا کرتا رہے گا۔ ’’سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر استغفار اور توبہ کرو گے تو اپنے مراتب پا لو گے۔ ہر ایک حس کے لئے ایک دائرہ ہے جس میں وہ مدارجِ ترقی کو حاصل کرتا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 69-68)

تو یہ ہے استغفار کی اصل حقیقت جو ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھائی۔ پس حدیث میں جو آیا ہے کہ درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے، یہ مغفرت تبھی ہو گی جب اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں گے۔ اور جب ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت مل گئی، بخشش کے سامان ہونے شروع ہو گئے، وہ راضی ہو گیا تو وہ مرتبے بھی مل جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا قرب بھی ہر ایک کو اس کی استعدادوں کے مطابق مل جائے گا۔ کیونکہ ہر ایک میں کوئی چیز پانے کی، کوئی چیز حاصل کرنے کی ایک طاقت ہوتی ہے تو ہر ایک کو اس کے مطابق ہی ترقی ملتی ہے اور استغفار کرنے سے وہ ترقی مل جاتی ہے۔ بہرحال اس کے لئے ہر ایک کو کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا تھا کہ مومنوں کی عبادات میں تیزی رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر پانے کے لئے بھی آتی ہے۔ اور جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے، آخری عشرہ جہنم سے نجات کا بھی باعث بنتا ہے۔ اس لئے بھی عبادات کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر ان کے حصول کے لئے ہر کوئی اپنی اپنی طاقتوں اور استعدادوں کے مطابق کوشش بھی کرتا رہتا ہے۔

لیلۃ القدر کا مضمون ایک بڑا گہرا اور وسیع مضمون ہے۔ اس کے بارے میں بھی کچھ وضاحت کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے کیونکہ آخری عشرے میں اعتکاف بھی بیٹھا جاتا ہے، اس لئے اعتکاف کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اعتکاف کے ضمن میں کچھ باتیں اس کے مسائل کے بارے میں اور کچھ باتیں انتظامی لحاظ سے ہیں۔ کچھ بیٹھنے والوں کے لئے ہیں اور کچھ دوسرے لوگوں کے لئے ہیں جن کا ہر احمدی کو

خیال رکھنا چاہئے۔

پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ اعتکاف رمضان کی ایک نفلی عبادت ہے۔ اس لئے جگہ کی مناسبت سے، اس کی گنجائش کے مطابق جو مرکزی مساجد ہیں ان میں یا جو بھی اپنے شہر کی مسجد ہو اس میں بھی حالات کے مطابق اعتکاف بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا زور ہوتا ہے کہ ہم نے ضرور اعتکاف بیٹھنا ہے اور فلاں مسجد میں ہی ضرور بیٹھنا ہے۔ مثلاً ربوہ میں مسجد مبارک میں یا مسجد اقصیٰ میں بیٹھنا ہے یا یہاں مسجد فضل میں بیٹھنا ہے یا مسجد بیت الفتوح میں بیٹھنا ہے۔ اور پھر اس کے لئے زور بھی دیا جاتا ہے، خط پہ خط لکھے جاتے ہیں اور سفارش کرنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں۔ تو یہ طریق غلط ہے۔ دعا کی قبولیت تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو کہیں بھی ہو سکتی ہے۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ جو اعتکاف بیٹھیں گے ان کو لیلۃ القدر حاصل ہو گی اور باقیوں کو نہیں ہو گی۔ کسی خاص جگہ سے تو مخصوص نہیں ہے ہاں بعض جگہوں کی ایک اہمیت ہے اور ان کے قرب کی وجہ سے بعض دفعہ جذبات میں خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ سوچ بہرحال غلط ہے کہ ہم نے فلاں جگہ ضرور بیٹھنا ہے۔ بعض دفعہ لوگوں کو صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ پچھلے سال فلاں بیٹھا تھا اس لئے اس سال ہمیں باری دی جائے۔ یا اس سال ہم نے ضرور بیٹھنا ہے۔ یہ دیکھا دیکھی والی بات ہو جاتی ہے۔ نیکیوں میں بڑھنے والی بات نہیں رہتی۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ’’رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، ایک رمضان میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد آپ اپنے خیمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے اعتکاف بیٹھنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کے اعتکاف کرنے کا سنا تو انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا۔ حضرت زینبؓ نے یہ خبر سنی تو انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے خیمہ لگا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اگلی صبح دیکھا تو چار خیمے لگے ہوئے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس پر آپؐ کو امہات المومنین کا حال بتایا گیا (کہ ہر ایک نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی خیمہ لگا لیا ہے، اس لحاظ سے کہ آنحضرت ﷺ کا قرب حاصل ہو جائے گا) اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ایسا کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے۔ کیا نیکی نے؟ ان خیموں کو اٹھا لو مَیں ان کو نہ دیکھوں۔ چنانچہ وہ خیمے اکھاڑ دیئے گئے، پھر آنحضور ﷺ نے اس رمضان میں اعتکاف نہ کیا۔ اپنا خیمہ بھی اٹھا لیا۔ البتہ (اس سال) آپ نے (روایت کے مطابق) آخری عشرہ شوال میں اعتکاف کیا۔

(بخاری کتاب الاعتکاف۔ باب اعتکاف فی شوال)

یہ دیکھا دیکھی والی نیکیاں بدعات بن جاتی ہیں۔ آپؐ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ بدعات پھیلیں۔ نیکیوں کی خواہش تو دل سے پھوٹنی چاہئے۔ اس کا اظہار اس طرح ہو کہ لگے کہ نیکی کی خواہش دل سے نکل رہی ہے۔ یہ نہ ہو کہ لگ رہا ہو دیکھا دیکھی سب کام ہو رہے ہیں۔ امّہات المومنین بھی یقیناً نیکی کی وجہ سے ہی اعتکاف بیٹھی ہوں گی کہ آنحضرت ﷺ کے قرب میں ان برکات سے ہم بھی حصہ لے لیں جو ان دنوں میں ہونی ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کو یہ برداشت نہ تھا کہ کسی نیکی سے دکھاوے کا ذرا سا بھی اظہار ہوتا ہو، ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہو۔ چنانچہ آپؐ نے سب کے خیمے اکھڑوا دیئے۔

پھر آپؐ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اعتکاف کس طرح بیٹھنا چاہئے، بیٹھنے والوں اور دوسروں کے لئے کیا کیا پابندیاں ہیں روایت میں آتا ہے کہ ’’آپؐ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، آپؐ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپؐ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا، نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سنانے کے لئے قراءت بالجہر نہ کرو۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 67۔ مطبوعہ بیروت)

یعنی مسجد میں اور بھی لوگ اعتکاف بیٹھے ہوں گے اس لئے فرمایا معتکف اپنے اللہ سے راز و نیاز کر رہا ہوتا ہے، دعائیں کر رہا ہوتا ہے۔ قرآن شریف بھی اگر تم نماز میں پڑھ رہے ہو یا ویسے تلاوت کر رہے ہو تو اونچی آواز میں نہ کرو تا کہ دوسرے ڈسٹرب نہ ہوں۔ ہلکی آواز میں تلاوت کرنی چاہئے۔ سوائے اس کے کہ اب مثلاً جماعتی نظام کے تحت بعض مساجد میں خاص وقت کے لئے درسوں کا انتظام ہوتا ہے۔ وہ ایک جماعتی نظام کے تحت ہے اس کے علاوہ ہر ایک معتکف کو نہیں چاہئے کہ اونچی آواز میں تلاوت بھی کرے یا نماز ہی پڑھے۔ کیونکہ اس طرح دوسرے ڈسٹرب ہوتے ہیں۔ تو یہ ہیں احتیاطیں جو آنحضرت ﷺ نے فرمائیں۔ کہاں یہ احتیاطیں اور کہاں اب یہ حال ہے کہ بعض دفعہ پہلے ربوہ میں بھی ہوتا تھا لیکن دوسرے شہروں میں ابھی بھی باہر ہوتا ہے۔ شاید یہاں بھی یہی صورت حال ہو۔ معتکف کے لئے بڑی تکلیف دہ صورتحال ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی عبادت میں مصروف ہوتا ہے پردہ کے لئے ایک چادر ہی ٹانگی ہوتی ہے نا۔ پردہ کے پیچھے سے ایک ہاتھ اندر داخل ہوتا ہے جس میں مٹھائی اور ساتھ پرچی ہوتی ہے کہ میرے لئے دعا کرو یا نمازی سجدے میں پڑا ہوا ہے اوپر سے پردہ خالی ہوتا ہے تو اوپر سے کاغذ آ کر اس کے اوپر گر جاتا ہے (ساتھ نام ہوتا ہے) کہ میرے لئے دعا کرو۔ یا ایک پراسرار آواز پردے کے پیچھے سے آتی ہے آہستہ سے کہ مَیں فلاں ہوں میرے لئے دعا کرو۔ یہ سب غلط طریقے ہیں۔

پھر شام کو افطاریوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ افطاریاں بڑی بڑی آتی ہیں ٹرے لگ کے، بھر کے، جو معتکف تو کھا نہیں سکتا لیکن مسجد میں ایک شور بھی پڑ جاتا ہے اور گند بھی ہو رہا ہوتا ہے۔ اور پھر جو لوگ افطاریاں بھیج رہے ہوتے ہیں۔ بعض بڑے فخر سے بتاتے بھی ہیں کہ آج مَیں نے افطاری کا انتظام کیا ہوا تھا، کیسی تھی؟ کیا تھا؟ یا دوسروں کو بتا رہے ہیں کہ یہ کچھ تھا۔ میری افطاری بڑی پسند کی گئی۔ پھر اگلے دن دوسرا شخص اس سے بڑھ کر افطاری کا اہتمام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو یہ سب فخر و مباہات کے زمرے میں چیزیں آتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ خدمت کی جائے یہ دکھاوے کی چیزیں بن جاتی ہیں۔ اس لئے یا تو اعتکاف بیٹھنے والا، اپنے گھر سے سحری اور افطاری منگوائے یا جماعتی نظام کے تحت مہیا ہو۔ ناموں کے ساتھ ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ افطاریاں آنی غلط طریق کار ہے۔ یہ کہیں بھی جماعت کی مساجد میں نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس سے آگے اور بدعتیں بھی پھیلتی چلی جائیں گی۔ ربوہ میں بھی دارالضیافت سے، جو مرکزی مساجد میں بیٹھے ہوتے ہیں ان کے لئے اور میرا خیال ہے دوسری جگہوں پہ بھی۔ (اگر نہیں ہے تو جانی چاہئیں) افطاری و سحری وہیں سے تیار ہو کر جاتی ہے اور سارے ایک جگہ بیٹھ کے کھا لیتے ہیں۔

پھر بعض لوگ اعتکاف بیٹھ کر بھی کچھ وقت کے لئے دنیاداری کے کام کر لیتے ہیں۔ مثلاً بیٹے کو کہہ دیا، یا اپنے کام کرنے والے کارندے کو کہہ دیا کہ کام کی رپورٹ فلاں وقت مجھ کو دے جایا کرو۔ کاروباری مشورے لینے ہوں تو فلاں وقت آ جایا کرو کاروباری مشورے دیا کروں گا۔ یہ طریق بھی غلط ہے۔ سوائے اشد مجبوری کے یہ کام نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارے میں سوال ہوا کہ آدمی جب اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار سے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں؟۔ آپؑ نے فرمایا کہ سخت ضرورت کے سبب کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروریہ کے واسطے باہر جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ سخت ضرورت کے تحت۔ یہ نہیں ہے کہ جیسا میں نے پہلے کہا کہ روزانہ کوئی وقت مقرر کر لیا، فلاں وقت آ جایا کرو اور بیٹھ کر کاروباری باتیں ہو جایا کریں گی۔ اگر اتفاق سے کوئی ایسی صورت پیش آ گئی ہے کسی سرکاری کاغذ پر دستخط کرنے ہیں، تاریخ گزر رہی ہے یا کسی ضروری معاہدے پر دستخط کرنے ہیں، تاریخ گزر رہی ہے یا اور کوئی ضروری کاغذ ہے، ایسے کام تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہر وقت، روزانہ نہیں۔ (بدر 21/ فروری 1907ء صفحہ 5)

یہ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت کے لئے جا سکتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نہیں نکلنا چاہئے۔ یہ بھی عین آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ’’رسول اللہ ﷺ بیمار پرسی کے لئے جاتے اور آپؐ اعتکاف میں ہوتے۔ پس آپؐ قیام کئے بغیر اس کا حال پوچھتے۔‘‘

(ابو داؤد۔ کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض)

پھر اسی طرح ابن عیسیٰ کی ایک ایسی ہی روایت ہے۔ تو تیمارداری جائز ہے لیکن کھڑے کھڑے گئے اور آ گئے۔ یہ نہیں کہ وہاں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنا شروع کر دیا یا باتیں بھی شروع ہو گئیں۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے (وہاں مدینے میں بڑے قریب قریب گھر بھی تھے) کہ قریب گھر ہوں اور کسی خاص بیمار کو آپ نے پوچھنا ہو، اگر ہر بیمار کے لئے اور ہر قریبی کے لئے، بہت سارے تعلق والے ہوتے ہیں آپ جانے لگ جائیں تو پھر مشکل ہو جائے گا اور یہاں فاصلے بھی دور ہیں، مثلاً جائیں تو آنے جانے میں ہمیں دو گھنٹے لگ جائیں۔ اور اگر ٹریفک میں پھنس جائیں تو اور زیادہ دیر لگ جائے گی۔ یہ قریب کے گھروں میں پیدل جہاں تک جا سکیں اس کی اجازت ہے، ویسے بھی جانے کے لئے جو جماعتی نظام ہے وہاں سے اجازت لینی ضروری ہے۔ یہ مَیں باتیں اس لئے کر رہا ہوں کہ بعض لوگ اس قسم کے سوال بھیجتے ہیں۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ’’رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے۔ میں ان کی ملاقات کو رات کے وقت گئی۔ اور میں نے آپؐ سے باتیں کیں جب میں اٹھی اور لوٹی تو آپؐ بھی میرے ساتھ اٹھے۔ حضرت صفیہؓ کا گھر ان دنوں اسامہ بن زیدؓ کے مکانوں میں تھا۔ راستے میں انصاری راہ میں ملے۔ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے۔ آپؐ نے (ان انصاریوں کو) فرمایا کہ اپنی چال سے چلو۔ یہ صفیہ بنت حُیّی ہے۔ ان دونوں نے یہ سن کر کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ! ہمارا ہرگز ایسا گمان آپ کے بارے میں نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا: نہیں، شیطان خون کی طرح آدمی کی ہر رگ میں حرکت کرتا ہے۔ مجھے خوف ہوا کہیں شیطان تمہارے دل میں بری بات نہ ڈال دے۔‘‘

(ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ)

تو ایک تو آپ نے اس میں شیطانی وسوسے کو دور کرنے کی کوشش فرمائی۔ بتا دیا کہ یہ حضرت صفیہ

ہیں، ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر کچھ دور تک چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ اگر مسجد میں حوائج ضروریہ کا انتظام نہیں ہے، غسل خانوں وغیرہ کی سہولت نہیں ہے تو اگر گھر قریب ہے تو وہاں بھی جایا جاسکتا ہے۔ آج کل تو ہر مسجد کے ساتھ انتظام موجود ہے اس لئے کوئی ایسی دقّت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ وقت کے لئے مسجد کے صحن میں یا باہر ٹہلنے کی ضرورت محسوس ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیٹھے تھے، خواجہ کمال دین صاحب اور ڈاکٹر عباداللہ صاحب ان دنوں میں اعتکاف بیٹھے تھے تو آپؑ نے ان کو فرمایا کہ: ’’اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جائے ہی نہ (مسجد کی) چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں۔ کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے۔‘‘ وہاں تو ہیٹنگ (Heating) کا سسٹم نہیں ہوتا تھا۔ سردیوں میں لوگ دھوپ میں بیٹھتے ہیں، پتہ ہے ہر ایک کو’’ اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور یوں تو ہر ایک کام (مومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 588,587۔جدید ایڈیشن)

تو مومن بن کے رہیں تو کوئی ایسا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپ سر میرے قریب کر دیتے تو میں آپ کو کنگھی کر دیتی اور آپؐ گھر صرف حوائج ضروریہ کے لئے آتے۔‘‘

(ابو دائود کتاب الصیام ۔باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ)

تو بعض لوگ اتنے سخت ہوتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ اعتکاف میں اگر عورت کا، بیوی کا ہاتھ بھی لگ جائے تو پتہ نہیں کتنا بڑا گناہ ہو جائے گا۔ اور دوسرے یہ کہ حالت ایسی بنا لی جائے، ایسا بگڑا ہوا حلیہ ہو کہ چہرے پر جب تک سنجیدگی طاری نہ ہو، حالت بھی بُری نہ ہو اس وقت تک لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ دوسروں کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ یہ آدمی عبادت کر رہا ہے۔ تو یہ غلط طریق کار ہے۔ تو یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اعتکاف میں اپنی حالت بھی سنوار کے رکھنی چاہئے اور تیار ہو کے رہنا چاہئے۔ اور دوسرے یہ کہ بیوی یا کسی محرم رشتے دار سے اگر آپ سر پر تیل لگوا لیتے ہیں یا کنگھی کروا لیتے ہیں اس وقت جب وہ مسجد میں آیا ہو تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

رمضان کے آخری عشرے میں آنحضرت ﷺ کی عبادتوں کے کیا نظارے ہوتے تھے۔ آپؐ کی تو عام دنوں کی عبادتیں بھی ایسی ہوتی تھیں کہ خیال آتا ہے کہ اس میں اور زیادہ کیا اضافہ ہوتا ہوگا۔ لیکن آپؐ رمضان کے آخری عشرے میں اس میں بھی انتہا کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب رمضان میں سے ایک عشرہ باقی رہ جاتا تو آنحضور ﷺ کمر کس لیتے اور اپنے اہل سے ان دنوں میں بالکل علیحدہ ہو جاتے اور مسجد میں چلے جاتے اور چوبیس گھنٹے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ تو یہ آخری عشرہ چند دن تک ہمارے پر بھی اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آنے والا ہے انشاء اللہ۔ ہمیں بھی چاہئے کہ اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق ان دنوں میں اپنی عبادتوں کو مزید سجائیں اور ان کو ترقی دیں۔ استغفار اور عبادات کی طرف توجہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں۔ اس آخری عشرے میں جو لیلۃ القدر آتی ہے اس کو پانے والے ہوں اور یہ عہد کریں کہ جن عبادتوں کی عادت ان دنوں میں ہمیں پڑ گئی ہے اس کو ہم ہمیشہ قائم رکھنے والے ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ’’جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور محاسبہ نفس کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے لیلۃ القدر کی رات قیام کیا اس کو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔‘‘ (بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر ۔باب فضل لیلۃ القدر)

اب یہاں دیکھیں روزے رکھنا، اور لیلۃ القدر کی رات کا قیام یعنی لیلۃ القدر والی رات میں عبادت۔ ان دونوں کے ساتھ شرط ہے کہ ایک تو ایمان کی حالت میں ہو اور مومن ہو اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے ہو۔ مومن وہ ہے جو ایمان کی تمام شرائط پوری کرتا ہے۔ صرف زبان کا اقرار نہیں ہے۔ اب شرائط کیا ہیں؟۔ قرآن کریم میں متعدد شرائط کا ذکر ہے۔ سب سے بڑی بات اللہ پر ایمان ہے۔ مومن تو وہی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔ اس کی مثال لیتے ہیں۔ مثلاً یہی فرمایا کہ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ....﴾ (الانفال:3) یعنی مومن تو صرف وہی ہیں جن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔ تو جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ کبھی دوسرے کا حق مارنے کا سوچے گا بھی نہیں۔ وہ کبھی معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا سوچے گا بھی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے معاشرے میں ہر ایک سے بنا کے سنوار کے رکھو۔ ہمسایہ سے حسن سلوک کرو، اپنے وعدے پورے کرو، دوسروں کے لئے قربانی دو، اور اس طرح کے بے شمار حکم ہیں۔ تو جب یہ چیزیں ہوں گی تبھی ایمان کی حالت ہوگی اور تبھی اللہ تعالیٰ کا خوف بھی دل میں ہوگا۔ یا اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے یہ سب کام ہو رہے ہوں گے۔ تو عبادتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے اور اپنا محاسبہ کرنے، صبح شام یہ جائزہ لینے کہ مَیں نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا ہے یا نہیں، اور تقویٰ سے رات بسر کی ہے یا نہیں، جس طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب ایسی حالت ہوگی تو فرمایا کہ ایسے لوگوں کے روزے بھی قبول ہوں گے اور لیلۃ القدر کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ لوگ ہیں جو اجر عظیم حاصل کرنے والے ہیں۔ پھر ہر مومن کی خواہش ہوتی ہے کہ پتہ لگے کہ ’’لیلۃ القدر‘‘ کی راتیں ہیں کون سی؟ کون سی وہ راتیں ہیں جب ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام سے حصہ پا سکتے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو‘‘۔ (بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر ۔باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر)۔ یعنی تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں وغیرہ راتوں میں تلاش کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے متعدد صحابہ کرام کو رؤیا میں رمضان کی آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر دکھائی گئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں تمہاری خوابوں میں رمضان کی آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر کے ہونے میں موافقت پائی جاتی ہے۔ یعنی ان سب میں تقریباً یہی بات نظر آ رہی ہے پس تم میں سے جو بھی اس کو تلاش کرنا چاہے وہ اسے رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرے‘‘۔ (بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر ۔باب فضل لیلۃ القدر) تو بہرحال آخری عشرہ یا سات راتیں مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

پھر ایک روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار میں نے عرض کی۔ اے اللہ کے نبی اگر مجھے لیلۃ القدر میسر آ جائے تو میں کیا دعا مانگوں۔ آپؐ نے فرمایا لیلۃ القدر نصیب ہونے پر یہ دعا کرنا کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی۔ یعنی اے اللہ تو بہت زیادہ درگزر کرنے والا ہے اور درگزر کو پسند کرتا ہے۔ پس مجھ سے درگزر فرما۔‘‘ (مسند احمد بن حنبل ۔باقی مسند الانصار)

تو یہ دعا آنحضرت ﷺ نے سکھائی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اور دعائیں نہیں کرنی چاہئیں۔ وہ بھی کریں لیکن اگر اس حدیث کو اوپر جو میں نے پہلے حدیث بیان کی ہے اس کے ساتھ ملائیں تو مزید بات کھلتی ہے کہ ایمان اور محاسبہ کرتے ہوئے لیلۃ القدر ملے تو گناہ بخشے گئے۔ اب جب ایک مومن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہے کہ اے خدا! اس سارے رمضان میں اپنے گناہوں اور زیادتیوں کا میں جائزہ لیتا رہا ہوں اور اب میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کوشش کروں گا کہ یہ غلطیاں اور زیادتیاں مجھ سے نہ ہوں۔ تُو معاف کرنے والا ہے۔ تو درگزر کو، معاف کرنے کو، بخشش کو پسند کرتا ہے، میرے گناہ بخش اور میری زیادتیوں سے درگزر فرما۔

تو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ استغفار اور گناہوں سے معافی جو ہے توبہ قبول ہونے میں مددگار ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے انسان پھر ایسا نیکیوں پر قائم ہونے کی کوشش کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کی مدد فرماتا ہے۔ تو وہ لوگ جو اس طرح دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادتوں کے معیار بھی قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ تبھی تو عفو اور درگزر کا واسطہ دے کے اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیک نیتی سے مانگی ہوئی دعاؤں کو اپنے وعدوں کے مطابق قبول بھی کرتا ہے۔ اسے نیکیوں میں بڑھاتا بھی ہے۔ تو یہ ساری چیزیں جو عفو، درگزر ہے یا معاف کرنا ہے، استغفار ہے، یہ کوئی چھوٹی دعا نہیں ہے، بہت بڑی دعا ہے۔ اگر آدمی اپنا پورا محاسبہ کرتے ہوئے مانگے تو، بہت ساری برائیوں کو چھوڑے گا تو اللہ کے پاس بھی جائے گا تا کہ بخشش کے سامان پیدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اس سے عفو اور بخشش کے طلبگار رہوں۔

پھر جیسا کہ ہم جانتے ہیں اور ہمیں یہ علم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے لیلۃ القدر

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

کے صرف اتنے ہی معنے نہیں ہیں کہ رمضان کے آخری عشرے میں چندراتوں میں سے ایک رات آ گئی اوراس میں دعائیں کرلی جائیں اوربس۔بلکہ اس کے اوربھی بہت وسیع معنے ہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ:’’ایک لیلۃ القدرتو وہ ہے جو پچھلے حصہٴ رات میں ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے اور ہاتھ پھیلاتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا اوراستغفار کرنے والا ہے جومَیں اس کوقبول کروں لیکن ایک معنے اس کے اور ہیں جس سے بدقسمتی سے علماء مخالف اور منکر ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ہم نے قرآن کو ایسی رات میں اتارا ہے کہ تاریک وتارتھی اور وہ ایک مستعد مصلح کی خواہاں تھی۔خداتعالیٰ نے انسان کوعبادت کے لئے پیدا کیا ہے جبکہ اس نے فرمایا ﴿مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ (الذاریات: 57)۔ پھر جب انسان کوعبادت کے لئے پیدا کیا ہے یہ ہونہیں سکتا کہ وہ تاریکی ہی میں پڑا رہے۔ایسے زمانے میں بالطبع اس کی ذات جوش مارتی ہے کہ کوئی مصلح پیدا ہوپس ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (القدر:2) اس زمانہٴ ضرورت بعثت آنحضرت ﷺ کی ایک اوردلیل ہے‘‘۔

(الحکم جلد10 نمبر 27 مورخہ 31/ جولائی 1906ء صفحہ 4)

فرمایا کہ لیلۃ القدر یہی نہیں ہے جوآخری عشرہ رمضان میں ایک رات آتی ہے۔بلکہ اس کے اوربھی معنے ہیں اور وہ یہ کہ جب زمانہ دنیاداری کے اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے اورشرک انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ بہت سے لوگ خدا کوبھول جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی حالت میں اپنی مخلوق کواس گند سے نکالنے کے لئے کسی مصلح نبی، یارسول کوبھیجتا ہے۔اور یہ جو برائیوں میں ڈوبنے کا زمانہ ہے یہ بھی فرمایا کہ تاریک رات کی طرح ہی ہے تو فرمایا کہ وہ بھی ایک تاریک زمانہ تھا جب شرک عام تھا لوگ اللہ تعالیٰ کوبھول گئے تھے اس وقت پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کومبعوث فرمایا اور دنیا کواس کی تاریکی اوراندھیرے سے نکالنے کے لئے اپنی پاک کتاب قرآن کریم آنحضرت ﷺ پر نازل فرمائی۔جوآخری شرعی کتاب ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک اورتاریک زمانہ آنا تھا۔ایک ہزار سال کا عرصہ جس کے بارے میں جونیک مفکّر مسلمان تھے کہ اسلام کا نام ہی باقی رہ گیا ہے اورکوئی عمل باقی نہیں رہا۔پھر اللہ تعالیٰ کی سنت اوروعدوں کے مطابق جس کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھی حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور ہونا تھا اور ہوا۔اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپؑ کو ماننے کی توفیق بھی دی۔توجب ہم نے مان لیا تو اب جماعت احمدیہ ہی اس وقت دنیا میں وہ واحد جماعت ہے جس نے مسیح موعودؑ کی جماعت ہونے کی حیثیت سے دنیا سے تاریکی کودور کرنے کی کوشش کرنی ہے۔اب جماعت احمدیہ ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کام پر مامور کیا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: نائب رسول اللہ ﷺ کے نزول کے وقت جولیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت اس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے۔یا یوں کہو کہ اس کا ایک ظل ہے جو آنحضرت ﷺ کو ملی ہے۔خداتعالیٰ نے اس لیلۃ القدر کی نہایت درجہ کی شان بلند کی ہے۔جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیت کریمہ ہے کہ ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ (الدخان:4) یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہرایک حکمت اورمعرفت کی باتیں دنیا میں شائع کردی جائیں گی۔ اور انواع و اقسام کے علوم غریبہ اورفنون نادرہ وصنعات عجیبہ صفحہٴ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے‘‘۔نئی نئی ترقیات جوہوں گی اورعلم ہوں گے، نئی نئی صنعتیں پیدا ہوں گی، نئی نئی چیزیں پیدا ہوں گی۔ یہ سب اس زمانے میں پھیلا دیئے جائیں گے۔’’اورانسانی قویٰ میں ان کی موافق استعدادوں اور مختلف قسم کے امکان بسطت علم اورعقل کے جوکچھ لیاقتیں مخفی ہیں یا جہاں تک وہ ترقی کرسکتے ہیں سب کچھ بمنصہٴ ظہور لایا جائے گا‘‘۔توجہاں تک انسانی قوتیں ہیں فرمایا ہرایک مخفی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔ پھر فرماتے ہیں ’’لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پرزورتحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب رسول اللہ ﷺ دنیا میں پیدا ہوگا اور درحقیقت اسی آیت کوسورۃ الزلزال میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔کیونکہ سورۃ الزلزال سے پہلے سورۃ القدر نازل کرکے یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خداتعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوتا ہے اوراس کا نبی لیلۃ القدر میں ہی اس دنیا میں نزول فرماتا ہے۔اورلیلۃ القدر میں ہی وہ فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ضلالت کی پرظلمت رات سے شروع کرکے طلوع صبح صداقت تک اس کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کوسچائی کی طرف کھینچتے رہیں‘‘۔ (ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 159-160)

چنانچہ دیکھ لیں کہ اب اس زمانے میں، حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں یہ ساری چیزیں ظاہر ہورہی ہیں۔جس طرح میں نے بتایا ہے۔اورنئی نئی حیرت انگیز قسم کی ایجادات بھی ہورہی ہیں۔جن کا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے تصور بھی نہیں تھا۔اور پھر ان میں ترقی بھی روز بروز ہورہی ہے۔

1904ء میں آج سے 100 سال پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی الہام ہوا تھا آپؑ فرماتے ہیں کہ ایک نظارہ دکھایا گیا کہ کوئی امر پیش کیا گیا ہے (کوئی معاملہ پیش کیا گیا ہے) پھر الہام ہوا ’’اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ لِلْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ‘‘۔یعنی ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا ہے ہم نے اسے مسیح موعود کے لئے اتارا ہے۔توجیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے ہوسکتا ہے یہ الہام شاید ایجادات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہو۔ جوحضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی تائید میں ہورہی ہیں۔لیکن یہ بات ہمیں اس طرف بھی توجہ دلا رہی ہے کہ اپنی دعاؤں پر بہت زوردیں اور یہ تاریکی کو دور کرنے کا کام جوحضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہوکر ہم نے اب اپنے اوپر لے لیا ہے اس کواحسن طریق پرادا کر سکیں۔اس روشنی کے آنے کے باوجود دنیا تاریکی کی طرف دوڑ رہی ہے۔ان کو سمجھائیں، ان کو بتائیں کہ اب بھی وقت ہے بچنے کی کوشش کرواور بچو ورنہ تباہی کے گڑھے میں گرجاؤ گے۔دعا بھی کریں اور بہت دعا کریں اورخاص طور پر مسلم امہ کے لئے، تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے دعا کریں، اللہ تعالیٰ ان کو عقل اور سمجھ دے۔یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جوآج ہم پر عائد ہوتی ہے۔پس ان دنوں میں اس دعا کا بھی حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔اورکچھ سجدے امت مسلمہ اور جماعت کے لئے وقف کردیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس ہے بڑا زبردست قسم کا، میرے نزدیک۔فرماتے ہیں کہ:’’پھر میں کہتا ہوں کہ ایک اورلیلۃ القدر اسلام نے بیان کی ہے اوروہ، وہ لیلۃ القدر ہے کہ جو برکتوں کے لحاظ سے اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ رمضان کی لیلۃ القدر کی برکتیں بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ یہ لیلۃ القدر وہ ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُلَهَا دِيْنَهَا۔ یہ لیلۃ القدر اس مجدد کے زمانے میں جوصدی کے سرپر آتا ہے آتی ہے۔مگراس سے بھی بڑھ کرایک اورلیلۃ القدر ہے جو 1300 سال کے بعد آئی اور وہ حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے۔ یہ لیلۃ القدر ان تیرہ سولیلۃ القدروں سے جو رمضان میں آئیں اور ان گیارہ لیلۃ القدروں سے جومجددوں کے زمانے کی صورت میں ہرصدی کے سرپرنمودار ہوئیں بڑھ چڑھ کرہے۔پس وہ زمانہ جس میں حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے سب سے بڑی لیلۃ القدر ہے۔نادان ہیں وہ جوحضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں غزالی اور بخاری اوررازی کوپیش کرتے ہیں‘‘ (جوائمہ ہیں) ’’وہ آپؑ کی شان سے ناواقف ہیں۔ کیونکہ آپؑ وہ امام ہیں جو نہ صرف کسی ایک مجدد سے بلکہ ان تمام مجددوں سے جو 1300 سال میں گزرے بڑھ کرہیں۔اسی لئے آپ کی لیلۃ القدر اوروں کی لیلۃ القدروں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اس کی لیلۃ القدر کا زمانہ نبوت والی لیلۃ القدر کے زمانے سے شروع ہوتا ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کے بعد دوسری لیلۃ القدر ہے............ پس لیلۃ القدر کیا ہے؟۔ایک نبی کا زمانہ ہے اورایک نبی کی بعثت کا وقت ہے۔تم اس سے فائدہ اٹھاؤ اور خدا کا قرب حاصل کرو‘‘۔یہاں سے غور سے سنیں ’’اس لیلۃ القدر میں خدا کے فرستادہ ایک بیج بو جاتے ہیں جو بعد میں نشوونما پاتا اور بڑھتا ہے یہی وہ رات ہوتی ہے جس کے متعلق خداتعالیٰ فرماتا ہے ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ﴾۔کہا جاتا ہے قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کو روح کہا گیا ہے۔لیکن میں کہتا ہوں کہ روح کلام اللہ کوبھی کہا گیا ہے اور مجدد کوبھی کیونکہ وہ کلام الٰہی کا حامل ہوتا ہے۔پس وہ مجدد جوروح کہلاتا ہے تمہاری ہدایت کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔اور یہ زمانہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں فرشتوں کا بھی نزول ہوا ہے۔اور یہ رات امن اورسلامتی کی رات ہے جس میں ملائکہ کا نزول صبح تک ہوتا رہتا ہے۔پس اب چونکہ صبح ہونے کو ہے اور طلوع آفتاب نزدیک ہے اور وہ دن چڑھنے والا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں حکومت دی جائے، تم لوگوں پر حاکم بنائے جاؤ۔لوگ تمہارے محکوم ہوں۔تم لوگوں کے حقوق ادا کرواوروہ تم سے ان حقوق کی ادائیگی کا مطالبہ کریں۔تم اس وقت حاکم ہوگے، مظلوم نہ ہوگے لیکن وہ برکات جوتم کواس وقت ملتی ہیں نہ ملیں گی‘‘ محکوم ہونے سے جو برکات مل رہی ہیں حاکم بننے کے بعد نہیں ملیں گی ’’کیونکہ وہ دن ہوگا جواختلافوں اوراجتہادوں سے بھرا ہوا ہوگا‘‘۔اسی طرح شاید دوبارہ فساد پیدا ہونے لگ جائے۔اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ’’پس فجر ہونے سے پہلے ہوشیار ہو جاؤ۔ کیونکہ فجر ہونے والی ہے۔تم اس وقت سے فائدہ اٹھالو اوراپنی روحانی اصلاح کرلو۔خداتعالیٰ تمہیں (اس کی) توفیق دے‘‘۔آمین (خطبات محمود جلد8 صفحہ 387-388)

M. S. DOUBLE GLAZINGLTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact : Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

تعلیم القرآن الکریم

قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں　　جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں

(سید شمشاد احمد ناصرؔ۔ مبلغ سلسلہ لاس انجلیز۔ امریکہ)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 24رستمبر 2004ء کو مسجد بیت الفتوح، لندن سے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں تمام احباب جماعت کو قرآن کریم پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ حضور انور نے اس ضمن میں ذیلی تنظیموں خصوصاً انصاراللہ کو توجہ دلائی کہ وہ خود بھی قرآن کریم پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی قرآن کریم سکھائیں۔ حضور نے سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ (سورۃ البقرہ آیت 3:)۔ (ترجمہ: یہ 'وہ' کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔ تلاوت فرمائی) اور اس کے علاوہ ایک اور آیت کریمہ سورۃ الفرقان سے پڑھی ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾۔ (الفرقان 31:)۔ اور رسول کہے گا اے میرے رب یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''یہ آیت صحابہ کے متعلق تو یقیناً نہیں ہے کیونکہ آنحضور ﷺ کی زندگی میں بلکہ اس کے بعد تین صدیوں تک آنے والے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین نے قرآن کو نہیں چھوڑا۔ لازماً یہ ایک پیشگوئی ہے جو آئندہ زمانہ میں پوری ہونے والی تھی جب آنحضرت ﷺ کی قوم عملاً قرآن کو چھوڑ دے گی۔ اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کریں گے۔

(قرآن کریم ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فٹ نوٹ صفحہ 617)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 4رجولائی 1997ء کو ٹورانٹو میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے اس آیت کریمہ کے حوالہ سے جماعت عالمگیر کو جو نصیحت فرمائی وہ یوں ہے:

''حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے یہ رسول شکوہ کرے گا اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کی طرح چھوڑ دیا۔ پس آپ وہ قوم نہ بنیں جن سے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو شکوہ ہو کہ اے خدا میری کہلانے والی، مراد کہلانے کا مضمون اس میں داخل ہے، کہلانے والی قوم نے اس قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ مہجور کی طرح چھوڑ کے چلی گئی............۔

فرماتے ہیں: آپ میں سے کتنے ہیں جن کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ قیامت کے دن خدا کے حضور عرض کر سکتے ہیں کہ اے خدا یہ میری قوم ہے جس نے قرآن کو مہجور کی طرح نہیں چھوڑا۔ پس بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور عبادت کی جان قرآن کریم ہے۔.......... پس تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور کرنا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی''۔

قرآن خدا کا کلام

قرآن کریم خدا کا کلام ہے جو پیارے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا جس میں راہ ہدایت ہے، جس پر عمل کرنے سے انسان خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہی انسان کی پیدائش کی علّتِ غائی بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

قرآں خدا نما ہے ، خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

یہ تو ''اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا''۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ اپنے پیارے اور محبوب سے آنے والے خط کو بار بار پڑھتا ہے اور اس میں ایک لذت محسوس کرتا ہے۔ کبھی اسے چومتا ہے، کبھی آنکھوں سے لگاتا ہے اور بعض اوقات تو جگہ جگہ لئے پھرتا ہے۔ اور اس کے مضمون کے ایک ایک لفظ کو اپنے دل ودماغ میں اتارتا ہے۔ پس وہ خط جو خدائے رحمان نے ہمارے نام بھیجا ہے اس کی ہمیں کس قدر عزت کرنی ہوگی، کس قدر پڑھنا ہوگا اور کس قدر اس پر عمل کرنا ہوگا۔

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن)

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ''اِقْرَؤُو الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ یَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَفِیْعًا لِّاَصْحَابِهٖ''۔ یہ حدیث ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم پڑھا کرو کیونکہ قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا۔

ایک اور حدیث ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْکِتٰبِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِهٖ آخَرِیْنَ ۔ کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ بعض قوموں کو رفعتیں، بلندیاں اور کامیابیاں دے گا۔ لیکن کچھ ایسی قومیں بھی ہوں گی جو اس کے ذریعہ پستی اور قعر مذلت میں گرائی جائیں گی۔ گویا اس کو پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے خدا کے حضور بلند مراتب حاصل کریں گے اور نہ پڑھنے والے، عمل نہ کرنے والے ہمیشہ ذلیل ورسوا ہوں گے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے صرف ظاہری طور پر قراءت کرنے والوں کو یہ خوشخبری بھی دی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کتاب کا ایک حرف بھی پڑھا اس کے حساب میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک نیکی دس نیکیوں جتنا ثواب رکھے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے''۔ (کشتیٔ نوح)

پھر فرماتے ہیں:

''خدا نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا مَیں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے''۔

فرماتے ہیں:

''مجھے بھیجا ہے تا کہ مَیں آنحضرت ﷺ کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھادوں''۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 14)

قرآن کریم پڑھنے کی تلقین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن مجید تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کہ کلام الٰہی کی محبت جنت میں لے جاتی ہے اور ڈھال کی طرح بچانے والی ہوتی ہے''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو جو قرآن کریم سے محبت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

''مجھے قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔ ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا کی ہی کتاب پسند آئی''۔

(بدر 18/ جنوری 1912ء)

پھر فرماتے ہیں:

''قرآن میری غذا ہے، میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور مَیں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا''۔

فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو مَیں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا کہ حشر کے میدان میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سنوں''۔ (تذکرۃ المہدی جلد اول صفحہ 246)

قرآن کریم پڑھیں اور پڑھائیں

حضرت مصلح موعودؓ نے 21رنومبر 1947ء کو خاص طور پر اس موضوع پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور جماعت کو تلقین فرمائی کہ اگر ہماری جماعت قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو سارے مصائب آپ ہی آپ ختم ہو جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا:

''ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو .... جب تک ہم اپنے ساتھیوں اور اپنے دوستوں اور اپنے رشتہ داروں کو قرآن کریم پڑھانے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش نہ کریں گے اس وقت تک ہمارا قدم اس اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس مقام تک پہنچنے کے نتیجہ میں انبیاء کی جماعتیں کامیاب ہوا کرتی ہیں''۔

بڑا جہاد

پس اے دوستو اور عزیزو! قرآن کریم پڑھنا، پڑھانا اور سمجھنا اور اس پر عمل کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ یہی جہاد ہے جو ہم سب نے مل کر اس وقت کرنا ہے۔ تمام تنظیمیں اپنی اپنی جگہ پر قرآن کریم پڑھانے کی کلاسیں لگانے میں سرگرم عمل ہو جائیں۔ خصوصاً انصاراللہ۔ جیسے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اور پھر گھروں میں تلاوت کرنے کو رواج دیں۔ صبح نماز فجر کے بعد ہر احمدی گھر سے تلاوت قرآن کریم کی آواز آئے۔ ماؤں اور بہنوں سے بھی یہی التجا اور گزارش ہے کہ اپنے بچوں کا گہری نظر سے جائزہ لیں کہ انہیں صحیح تلفظ کے ساتھ کہاں تک قرآن کریم پڑھنا آتا ہے۔ ناظرہ قرآن کریم سیکھنے کے بعد انہیں ترجمہ اور معانی سکھائے جائیں۔ یہی اس وقت کا جہاد ہے۔ اس کے ذریعہ ہماری فتح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

❁❁❁❁❁

Unique Frans Travel GmbH

یونیک فرانس ٹریول GmbH فرانکفورٹ، جرمنی

یونیک جماعت کے یونیک احباب کے لئے یونیق فرانس ٹریول GmbH آپ کی خدمت میں پیش پیش دنیا بھر میں کسی بھی جگہ خوشگوار فضائی سفر کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ سستی اور یقینی نشستوں کے حصول کے لئے ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اس ضمن میں ہم سے جلد اور فوری رابطہ کریں تا کہ پریشانی سے بچا جا سکے۔

نوٹ: ارزاں ٹکٹوں کے ساتھ ہمارے ہاں اکثر زبانوں میں ترجمہ (Uebersetzung) کی سہولت بھی موجود ہے۔ ہم آپ کی خدمت کے منتظر ہیں۔

Kaiser str . 64 Kaiserpassage 41 - 60329 Frankfurt / M

Tel: 069-24277977 + 069-24450992 = Fax : 069-230600

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بقیہ: درس سورۃ الفاتحہ از صفحہ نمبر 4

ہندو فلاسفی کے مطابق اگر کوئی چیز خدا کے ساتھ ازل سے موجود تھی اور خدا نے اس پر قبضہ جما لیا تھا اس لئے کہ وہ چیز شعور نہ رکھتی تھی اور خدا شعور رکھتا تھا اور اس میں قدرت اور طاقت تھی کہ دوسری چیزوں پر غلبہ پاکر انہیں مطیع کر لے اور مادی دنیا ایسا شعور اور طاقت نہ رکھتی تھی اس لئے خدا نے اسے بالجبر اپنے قبضہ میں لے لیا اور ان تمام خوبیوں کو بھی جو پہلے سے مادہ میں تھیں خدا نے آپس میں جوڑ دیا۔ یعنی جس طرح آپ مختلف اشیاء ملا کر کوئی مرکب تیار کرتے ہیں صرف جوڑنا جاڑنا خدا کا کام ہے۔ یہ ہے ہندو فلاسفی جس کی رو سے زیادہ سے زیادہ خدا ایک Chemist یعنی کیمیا دان ہے جس نے مختلف چیزوں کو ملا کر نئی صفات پیدا کر لیں اور پھر ان سے نئی قابلیتیں پیدا کر لیں۔

مگر قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ، اَلرَّحمٰن ہے۔ رحمان کا معنی ہے ایسی ہستی جو مستقبل کی ضروریات کو ان کے پیدا ہونے سے پہلے پورا کرتی ہے۔ پس اگر آپ اس کائنات میں مشاہدہ کریں کہ مخلوق کی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے اس کی مستقبل کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں تو آپ جان لیں کہ کوئی باشعور ہستی ہے جس نے وہ کائنات پیدا کی تھی ورنہ اتفاقیہ حادثہ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔

مَیں قانون قدرت کی تاریخ سے آپ کے سامنے ایک مثال رکھتا ہوں۔ سائنس دان ہمیں بتاتے ہیں کہ مختلف ادوار میں زندگی نے مختلف منازل طے کی ہیں۔ مثلاً کتے پیدا ہوئے یا گوشت خور جانور پیدا ہوئے اور دوسرے ادوار میں سبزی خور جانور پیدا ہوئے تھے اور جب بھی کوئی جانور پیدا ہوا اس کی ضرورتوں کے سامان پہلے سے موجود تھے۔ ایسا سامان ان جانوروں کی پیدائش سے بہت پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ یہ بہت دلچسپ مطالعہ ہے۔ اگر آپ طبعی تاریخ کا مطالعہ کریں اس لحاظ سے کہ کیا پیدا ہوا اور اس کی ضروریات کیا تھیں تو آپ دیکھیں گے یہ تمام مضمون مطابقت رکھتا ہے۔ جب انسان پیدا ہوا تو اس کی جس قدر ضرورتیں تھیں ان کا سامان اس سے پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ جب ایک گھوڑا پیدا کیا گیا تو جو کچھ اس کی خوراک کے لئے ضروری تھا وہ اس سے پہلے پیدا کر دیا گیا تھا۔ پس اس طرح ترقی ہوتی چلی گئی جو ایک قسم کا ارتقاء ہے نہ صرف حیاتیات میں بلکہ گرد و پیش میں بھی۔ اور یہ گرد و پیش اور ماحول کی ترقی اور ارتقاء قدم بقدم زندگی کی نوع کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ یہ حقیقت ہندو دعویٰ کا ردّ کرتی ہے کہ مادہ خدا کا ہم جلیس تھا اور خدا نے اس پر غلبہ پانے سے مختلف خاصیتوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا۔ یہ خاصیتیں پہلے سے موجود تھیں۔ یہ ہندو نظریہ ہے۔ اس وقت کوئی پیدا نہ ہوا تھا اور پیدائش کے وقت کوئی شعور نہ رکھتا تھا تو چلئے ایک لمحہ کے لئے ہم کہتے ہیں اچھا ہم یہ مان لیتے ہیں۔ پھر ہم اسے پرکھتے ہیں اس علم پر جو آپ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور قرآن کریم کے مطابق آپ رحمانیت مشاہدہ کرتے ہیں جس کا مطلب ہے (جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں) چیزوں کی اس وقت پیدائش جب وہ اپنی ضروریات کا سامان مانگ نہیں سکتیں لیکن ان ضروریات کا تقاضا وہ بہت عرصے کے بعد کریں گی۔ لیکن جس نے انہیں پیدا کیا ہے اس وقت وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ انکی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں اور جس سامان کی انہیں ضرورت ہے اس سے وہ محروم ہیں۔ یہ ہے وہ مطالعہ جو بالآخر ہندو فلاسفی کی تردید پر منتج ہوگا۔

اب میں اس کے ایک اور پہلو کو لیتا ہوں اور آپ کی توجہ انسان کی ضروریات کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ صرف زندگی کی طرف ہی نہیں بلکہ اس میں خاص طور پر انسان کی زندگی کی طرف۔ اس مضمون کو میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں اس لئے یہاں میں اس کا ذکر اختصار کے ساتھ کروں گا۔ جب نوع انسان کی پیدائش ہوئی تو اس سے بہت لمبا عرصہ پہلے اس کی ضروریات کا سامان نہ صرف یہ کہ سب کا سب پیدا کیا گیا بلکہ اسے محفوظ بھی کر دیا گیا تھا۔ اور اس کی طرف انسان کی رہنمائی اُس وقت کی گئی جب وہ ترقی کے اس دور میں داخل ہوا جب وہ اس سامان کو استعمال میں لا سکتا تھا۔ مثلاً پتھر کا کوئلہ انسان کی پیدائش سے ایک لمبا عرصہ پہلے پیدا کیا گیا تھا لیکن اس کی دریافت کے لئے انسان کی رہنمائی اس وقت ہوئی جب وہ اس کوئلہ کا استعمال کر سکتا تھا اور اس سے پہلے نہ ہوئی۔ کوئلہ سطح زمین کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جب انسان سائنس کی ترقی کے اس دور میں داخل ہوا جب اس کے پاس ایسے اوزار موجود تھے جن کے ذریعہ وہ زمین زیادہ گہرائی تک کھود سکتا تھا اور اس طرح کوئلہ نکال کر اسے جلا کر استعمال کر سکتا تھا صرف اس وقت اس کی رسائی اس کوئلہ تک ہو سکی۔ Internal Combination Engine یعنی ایسا انجن جس کے اندر کوئی چیز جلائی جا سکے وہ بہت بعد میں ایجاد ہوا۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا دور جس میں انسان اپنے علم میں اس قدر ترقی کر سکا کہ وہ Internal Combustion Engine ایجاد کر لے جس کے لئے کوئلہ کی بجائے تیل کی ضرورت تھی۔ اور اگرچہ اس تیل کی ضرورت انسان کو اپنی ترقی کے بعد کے دور میں پڑنی تھی مگر اسے بھی انسان کی پیدائش سے لمبا عرصہ قبل پیدا کر دیا گیا تھا۔ بلکہ اس کے آباء و اجداد سے لمبا عرصہ قبل، بلکہ ان کے آباء و اجداد سے بھی پہلے۔ انسان کی پیدائش سے تین ارب سال پہلے نہ صرف تیل پیدا کیا گیا بلکہ اسے اس طریق سے محفوظ کیا گیا کہ وہ ضائع نہ ہو سکے۔ یا دوسری چیزوں کے ساتھ مل کر زیادہ پتلا نہ ہو جائے۔ اسے اچھی طرح محفوظ کیا گیا اور چھپا کر رکھا گیا ایسی جگہوں پر جن تک وہ اس وقت رسائی پائے جب اُسے اس کی ضرورت پڑے گی۔ یہ ہے رحمانیت۔

جب آپ کہتے ہیں کہ اللہ مُردہ مادہ کا ہم جلیس تھا اور اس نے اسے صرف جوڑنے جاڑنے سے زندہ کیا تو اس صورت میں یہ رحمانیت عمل میں نہ آ سکتی۔ ایک ایسی ہستی کے سوا جو پہلے سے اس کا Blue Print یعنی مفصل خاکہ بناتی جس میں اس کی تمام قابلیتوں اور ضروریات کا خیال رکھا جاتا۔ اَور کون ایسا خیال رکھ سکتا تھا۔ ایسی ہستی ضرور خالق ہونی چاہئے ورنہ خلقت کا وہ اس قدر کامل ڈھانچہ تیار نہ کر سکتی۔ پس وہ تیل جس کا میں ذکر کر رہا تھا وہ اس قدر لمبا عرصہ پہلے پیدا کیا گیا تھا کہ جب ڈائنا سور (Dinosaurs) قریب قریب تمام سطح زمین پر چھائے ہوئے تھے اور دوسری ہر نوع کی زندگی ان کے رحم و کرم پر تھی۔ ڈائنا سور (Dinosaurs) اپنے جسم اور اپنی خوراک کی ضرورت میں اس قدر بڑھ رہے تھے کہ دنیا میں سبزہ زیادہ دیر قائم نہ رہتا۔ اور اگر زندگی اس سمت میں ترقی کرتی اور ارتقائی منازل طے کرتی رہتی تو بالآخر اس سمت میں ایک بند گلی آ جاتی جس سے آگے ارتقائی ترقی ممکن نہ ہوتی۔ کیونکہ خوراک کے ذرائع کم پڑ جاتے اس لئے ضروری تھا کہ چھوٹے جسم کی مخلوق کو ترقی کی ایک الگ سمت میں لگا دیا جاتا اور Dinosaur والی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاتا اور کر دیا گیا۔ یہ خاتمہ اس قدر اچانک تھا کہ آج تک سائنس دان اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ جب وہ ایک قیاسی رائے کو آگے بڑھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حل تلاش کر لیا تو ایک اور قیاسی رائے نکل آتی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں ہماری پہلی رائے غلط تھی ہم ابھی تک اسے حل نہیں کر سکے۔ ایک وقت وہ سوچتے تھے کہ شاید کوئی پُر اَسرار ستارے گرے تھے جو اپنے ساتھ ایسی کیمیاوی اشیاء لائے جن سے Dinosaurs ختم ہو گئے۔ ایک زمانے میں یہ رائے بہت مقبول ہو رہی تھی لیکن اب یہ رائے بھی ردّ کی جا چکی ہے۔ مگر ہمیں یہاں اس تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ آیئے ہم واپس اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ایک سوال

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ایک ہی سمت میں اس کی آخری تکمیل تک ارتقاء نہ چلا سکا تو کیا یہ خدا تعالیٰ کی غلطی تھی کہ ایک غلط گلی کی طرف رخ کر لیا اور تھوڑی دور چلنے کے بعد سوچا کہ اوہو یہ تو غلط گلی نکلی میرا مقصود حاصل نہ ہوگا اس لئے مجھے الٹے پاؤں واپس آنا چاہئے اور کسی اور سمت سے پیدائش شروع کرنی چاہئے۔ کیا یہ ممکن ہے؟

کچھ فلاسفر یہی سمجھتے ہیں کہ یہ اسی وجہ سے ہوا۔ جیسا کہ میں نے کسی اور مضمون کے سلسلہ میں Ouspensky کا حوالہ دیا تھا۔ وہ انہی فلاسفروں میں سے ہے جنہوں نے پیدائش کے مضمون پر لکھا ہے۔ وہ خدا کی حسین خَلقت کا اعتراف کرتا ہے لیکن وہ ان امور کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس خیال کا بھی اظہار کرتا ہے کہ شاید پیدائش اسی طرح غلطیاں کرنے اور پھر ان کی اصلاح کرنے اور ان غلطیوں سے سبق سیکھنے سے ہوئی ہے۔ یعنی خدا غلطیاں کرتا رہا اور ان غلطیوں سے سبق سیکھ کر سمت تبدیل کرتا رہا۔ مثلاً وہ Dinosaurs کی پیدائش کا حوالہ دیتا ہے کہ اگر Dinosaurs کو آگے ترقی کرنے دیا جاتا تو انہوں نے اپنے آپ کو ہی کھا جانا تھا یا وہ بھوک سے ہلاک ہو جاتے اور تمام سطح زمین اپنے اس ابتدائی بے برگ و گیاہ دور کی طرف واپس لوٹ جاتی جس حالت سے اس نے زندگی کی ابتدا کی تھی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اس کے خیال کے مطابق خدا پیچھے ہٹا اور پھر ایک اور سمت میں ارتقاء شروع کر دیا۔

لیکن سورۃ فاتحہ یہ بات واضح کرتی ہے اور ہمیں بتاتی ہے کہ کوئی چیز بھی بے مقصد پیدا نہیں کی گئی۔ اس کا تقاضا تھا، اس کی ضرورت تھی جسے اس نے پورا کرنا تھا۔ اب سائنس دانوں نے یہ حقیقت دریافت کی ہے اور کہتے ہیں کہ وہ تمام Dinosaurs دفن ہو گئے اور تیل بنانے کا موجب بنے۔ جن خطوں میں تیل کے ذخیرے ہیں وہاں نہ صرف Dinosaurs بلکہ بڑے بڑے سمندری جانور جو دب گئے وہ بھی تیل میں تبدیل ہو گئے اور یہ تیل کی طاقت مستقبل میں انسان کے استعمال کیلئے بنائی گئی تھی۔ یہ ہے رحمانیت۔

لیکن ہندو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا اور کائنات ہمیشہ سے الگ الگ چلے آتے ہیں۔ خدا آزاد تھا اور مادہ بھی آزاد تھا لیکن بالآخر خدا نے مادہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن قانون قدرت اس خیال کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ قرآن کریم میں کوئی دعویٰ کرتا ہے اور آپ اس دعویٰ کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ منکشف ہوتا ہے کہ وہ محض دعویٰ ہی نہ تھا بلکہ دلائل بھی تھے، ناقابل تردید دلائل۔ اس لئے کہ ان دعاوی میں قانون قدرت کا حوالہ ہے اور قانون قدرت کے مطالعہ سے آپ دلائل کو سمجھ جاتے ہیں۔

سورۃ فاتحہ میں صفاتِ ربوبیت، رحمانیت اور مالکیت کی ترتیب کامل ترتیب ہے

اب ہم ان الفاظ کے آپس کے تعلق کی طرف آتے ہیں۔ آیئے اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ الفاظ آپس کے تعلق میں کیا معانی پیدا کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ رحمانیت ربوبیت کے قریب تر ہے اور رحیمیت مالکیت کے قریب تر ہے اور یہ اتفاقاً نہیں۔ ایسا بالارادہ کیا گیا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس کی وجہ آشکار کی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ اَلرَّحْمٰنُ رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَالرَّحِیْمُ رَحِیْمُ الْاٰخِرَۃ۔ اس جملہ میں آپ نے حکمت کے کئی باب بیان کر دیئے ہیں۔ اور اس پر وافر روشنی ڈال دی ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ رَحْمٰنُ الدُّنْیَا۔ خدا کی صفت رحمانیت کی خوبی کائنات کے ماضی سے اور مادی جہان سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسا جہان جو ہمارے قریب ہے۔ لیکن دوسری طرف رحیمیت کا تعلق اس دوسرے جہان سے ہے جو رحمانیت سے پیدا ہوتا ہے اور رحیمیت مستقبل میں سفر کرتی ہے حتیٰ کہ یہ مالکیت تک پہنچ جاتی ہے اور مالکیت کے ساتھ جوڑ پیدا کر لیتی ہے۔ اس لئے کہ رحیمیت اس قانون کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جو جرم اور اس کی سزا کے بارے میں ہے اور محنت اور اس کے اجر کے بارے میں۔ لیکن مالک وہ ہے جو جزا دیتا ہے یا سزا دیتا ہے۔

پس رحیمیت مالکیت سے ایک قدرتی جوڑ رکھتی ہے اسی لئے انہیں پاس پاس رکھا گیا ہے۔ اور رحمانیت جیسا کہ میں نے بیان کیا ربوبیت سے قریب ہے اس لئے کہ نہ صرف یہ مذہبی دنیا سے تعلق رکھتی ہے بلکہ غیر مذہبی دنیا سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ مذہب کی پیدائش سے پہلے رحمانیت سرگرم عمل تھی اور رحیمیت سے پہلے سرگرم عمل تھی۔ رحمانیت نے دنیا پیدا کی۔ درحقیقت یہ دنیا اور آخرۃ کا آپس کا تعلق ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے۔ یہ حدیث صرف اسی دنیا کو آخرۃ سے علیحدہ نہیں کرتی بلکہ دنیا کا لفظ ہر اس چیز پر

BELA BOUTIQUE
ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،
مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے
Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)
Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

اطلاق پاتا ہے جو قریب ہے اور پہلا قدم ہے۔سب کچھ جو پہلے قدم سے تعلق رکھتا ہے وہ دنیا ہے اور سب کچھ جو اس کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے وہ آخرت ہے۔ابتدا دنیا ہے اور انتہا آخرت۔اور یہ سلسلہ مختصر طور پر دنیا میں ہر طرف مشاہدہ ہوتا ہے۔جس چیز سے آپ ابتدا کریں گے وہ آپ کی دنیا ہے اور جس پر ختم کریں گے وہ آپ کی آخرت ہے۔آنحضرت ﷺ یہ اشارہ فرماتے ہیں کہ رحمانیت کے سوا آپ کہیں سے بھی ابتدا نہیں کر سکتے۔ اس لئے رحمانیت ہی وہ طاقت ہے جو ہر مخلوق کے پیچھے کام کر رہی ہے۔سرمایہ کے بغیر آپ تجارت کس طرح کر سکتے ہیں۔دنیا سرمایہ ہے اور یہ سرمایہ رحمٰن خدا نے عطا کیا تھا۔لیکن جب آپ محنت کرتے ہیں اور اپنی ذہنی قوتوں کو اس سرمایہ پر لگاتے ہیں تو جو منافع آپ کماتے ہیں وہ آپ کی آخرت ہے۔آخرت کا مطلب ہے ایک نئی قیمت آپ کے سرمایہ میں بڑھا دی گئی ہے۔یہ ہے آنحضرت ﷺ کا مطلب جب آپ فرماتے ہیں اَلرَّحْمٰنُ رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَالرَّحِیْمُ رَحِیْمُ الْاٰخِرَۃ۔

پس رحیم، مالک کے ساتھ بیان ہوا ہے اور رحمان، ربّ کے ساتھ بیان ہوا ہے۔یہاں ایک دلچسپ مضمون ہے لیکن اس سے پہلے میں اس تعلق میں مالکیت کی تشریح کروں گا۔اس کے بعد میں ایک دلچسپ مضمون کی طرف جاؤں گا اور ان تمام صفات کے تعلق کا ذکر کروں گا۔ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت ان صفات کی یہ ترتیب ہے اور نہایت کامل ترتیب ہے۔اگر آپ بیچ میں سے ایک لفظ نکال دیں تو تصویر نامکمل ہو جائے گی۔یہ چاروں صفات ضرور اسی ترتیب میں بیان ہونی چاہئیں ورنہ کائنات کی تصویر مکمل نہ ہوگی۔اور اگر آپ ایک لفظ بھی نکال دیں یا اس ترتیب کو بدل دیں تو وہ یقین اور اطمینان جو انسان کو اس ترتیب میں دلایا گیا ہے وہ اسے نہیں دلایا جا سکتا۔

ربوبیت نے آپ کو یہ پیغام دیا تھا کہ تمہیں ایک ایسی ہستی نے پیدا کیا ہے جس نے تمہاری پرورش کی جب تم کچھ نہ تھے۔﴿ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا﴾(الدھر:2)۔یہ پیغام ربوبیت ہے کہ تم اپنے ماضی پر غور کیوں نہیں کرتے۔تم چیزوں میں سے ایک چیز تھے اُس حالت میں جو اس لائق نہ تھی کہ اس کا ذکر تک کیا جاتا۔لیکن وہ ربّ تھا جس نے تمہیں اس حالت سے اٹھایا اور کمال تک پہنچا دیا اور پھر وہ تمہیں مزید تکمیل تک آگے لے گیا۔پس یہ ہے ربوبیت جس کا تمہارے ماضی سے تعلق ہے اور تمہارے مشفق خدا سے تعلق ہے جو تمہاری ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔کیا وہ تمہاری ساری ضروریات کا خیال رکھ سکتا ہے؟ کیا وہ ایسا کامل ہے کہ وہ تمہاری مستقبل کی ضروریات کا بھی خیال رکھ سکے گا؟ اس کے لئے رحیمیت آپ کو ضمانت دیتی ہے کہ تم کیوں تعجب کرتے ہو۔تم کیوں پریشان ہو۔ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ وہ رحمٰن ہے۔ربوبیت سے قبل اس

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

نے ہر وہ چیز پیدا کی جس کی تمہیں کسی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے۔پس ربوبیت نے کثیر سامان بہم پہنچایا ہے جس کی تمہیں کبھی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے یا جسے تم استعمال کر سکتے ہو۔اس لئے تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں وہ سامان کبھی ختم نہ ہوگا۔

ایک اور سوال

دوسرا سوال جو ذہن میں اٹھتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سب کچھ کر رہا ہے اور رحمان خدا نے ہمیں سب کچھ مہیا کیا ہے اور رب خدا ہمیں تنزل کی حالت سے اٹھا کر اعلیٰ حالت کی طرف لے جا رہا ہے تو ہمیں آرام سے بیٹھ رہنا چاہئے۔ہم کیوں محنت کریں ہم کیوں جان جوکھوں میں ڈالیں۔وہ بہرصورت ہمیں اعلیٰ حالتوں کی طرف لے جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے، نہیں وہ رحیم بھی ہے۔جب وہ تمہیں قابلیتوں سے نوازتا ہے تو تمہیں وہ قابلیتیں استعمال کرنی چاہئیں اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق باندھنا چاہئے۔ان کا ایک دوسرے پر اثر تمہیں ترقی میں مدد دے گا۔یہ طریق ہے جس کے ذریعہ رب تمہارے اندر کام کرتا ہے۔بہت صورتیں ہیں جن میں مخلوق اپنے خالق کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور بعض حالتوں میں بغیر تمہاری کوشش کے بھی وہ رب تھا۔تمہیں کسی قسم کی محنت کی ضرورت نہ تھی اور تم کامل طور پر اپنے خدا کے ہاتھ میں تھے۔زندگی کے شروع ہونے کے بعد یہ تعلق ختم ہو رہا ہے اور ایک اور لحاظ سے جاری رہتا ہے لیکن ایک لحاظ سے یہ تعلق بہرحال ختم ہو جاتا ہے۔ہر جاندار اپنے رب سے اسی قسم کا تعلق رکھتا ہے۔بے جان چیزوں کا تعلق مختلف ہے۔

ہائیڈروجن گیس کے دو ایٹم کو آکسیجن کے ایک ایٹم کے ساتھ تعلق جوڑ کر پانی بننے کے لئے کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ یہ ایک قسم کی ترقی اور ترتیب ہے لیکن اس پر کامل اختیار خارجی طاقتوں کا ہے اور بے جان چیزوں پر ربوبیت کے اس عمل سے اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو ترقی دیتا ہے۔لیکن زندگی شروع ہونے کے بعد ایک اور عمل شروع ہو گیا اور یہ رحیمیت کا عمل ہے جس کے تحت آپ ضرور ترقی پائیں گے اور آپ ضرور اعلیٰ مقامات تک لے جائے جائیں گے لیکن صرف اس وقت جب آپ خود بھی محنت کریں گے۔صحیح عمل سے اپنا حصہ ڈالیں گے۔اگر آپ محنت نہیں کریں گے تو جو کچھ آپ نے حاصل کیا ہوگا وہ بھی کھو دیں گے اور تنزل میں جا سکتے ہیں یعنی بجائے ترقی کے آپ پہلی حالتوں کی طرف عود کریں گے۔یہ ہے رحیمیت جو آپ کو ترقی کی خوشخبری دیتی ہے لیکن اس میں آپ کا حصہ شامل ہونے کے بعد۔ اور ساتھ ہی آپ کو تنبیہ بھی کرتی ہے کہ اگر تم نے اپنا حصہ نہ ڈالا تو آپ پہلی حالتوں کی طرف بھی عود کر سکتے ہیں۔

رحیمیت کے ان معنوں کی تشریح سورۃ التین میں کی گئی ہے۔﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ﴾(التین:5-7)

پس اس سورۃ کی جڑ رحیمیت میں ہے۔جیسا کہ میں نے آپ پر واضح کیا تھا قرآن کریم کی مختلف سورتیں اور مختلف مضامین جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے انکی جڑیں سورہ فاتحہ کی بعض صفات اور بعض آیات میں پائی جاتی ہیں۔یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾۔ تقویم کے وسیع معنے ہیں۔اس کا مطلب ہے بہترین ضابطہ۔ایسا دستور جو فیل نہ ہو سکے۔وہ نہایت حسین ضابطہ تھا جو کائنات کی پیدائش اور اس کے ارتقاء کے لئے کام میں لگایا گیا۔پس ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا۔﴿ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ﴾۔پھر ہم نے اسے اس کی پہلی حالتوں کی طرف لوٹا دیا۔یہ ایک طرح کا تنزل تھا۔ترقی سے الٹی سمت۔لیکن اس ساری مشق کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ بے کار ہے؟ قرآن کریم کہتا ہے۔نہیں۔تھوڑا انتظار کرو اور ہم مزید تشریح کرتے ہیں۔ ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾۔وہ اپنا حصہ ڈالتے ہیں اور اس آفاقی نظام میں نیک اعمال بجا لاتے ہیں ان کو پہلی حالتوں کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا ان کے لئے ﴿اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ ہے۔ان کے لئے لامحدود ترقیات کی ضمانت ہے۔یہ ہے ارتقاء رحیمیت کی رہنمائی اور اختیار کے تحت۔اب ہمیں خوشخبری دی جا رہی ہے کہ ہمیں اپنا حصہ ملے گا اور یہاں اَنَا کا آغاز ہوتا ہے۔'ہم' اور 'زمین' اور اس اَنَا کے ذریعہ زندگی کی تمام تگ و دو کا آغاز ہوتا ہے۔اور اسے قرآن کریم کی مختلف آیات میں مزید واضح کیا گیا ہے۔

رحیمیت ٹھیک ہے لیکن ہمیں ضمانت ملنی چاہئے کہ ہماری ساری محنت کا اجر ملے گا۔لیکن اگر ہم غلطیاں کرتے ہیں یا غیر متوقع حادثات واقع ہوتے ہیں تو ہماری محنت ضائع نہ ہوگی۔ورنہ انسان کو عظیم خطرات درپیش ہونگے۔ فرض کریں وہ ہستی جو رحیمیت کی صفت رکھتی ہے وہ اتنی دیر تک نہ رہے جب تک ہمارا عمل مکمل ہو۔کئی ماؤں کی وفات ہوگئی اور انہوں نے بچوں کو بے آسرا چھوڑ دیا قبل اس کے کہ بچہ بلوغت تک پہنچتا۔کئی حکومتیں جنہوں نے اپنے ملک کے باشندوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم ہمارے ساتھ مل کر کام کرو اور یہ کرو اور وہ کرو تو ہم تمہیں یہ یہ بدلہ دیں گے۔ بعض اوقات بڑے اولوالعزم صنعت و حرفت کے پروگرام شروع کرتے ہیں لیکن جب اجرت دینے کا وقت آتا ہے تو حکومت تبدیل ہو چکی ہوتی ہے۔ملک میں انقلاب آ جاتا ہے۔کوئی اور قوم ملک پر قبضہ کر لیتی ہے تو کوئی ضمانت نہ رہی۔لیکن یہاں مالک ضمانت دیتا ہے۔نہ صرف مالک بلکہ ﴿مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ کہتا ہے کہ ہر قسم کا اجر خدا کی کامل قدرت میں ہے اور وہ اس پر اختیار رکھتا ہے۔تم ایسے خدا سے تعلق جوڑ رہے ہو جو نہ صرف آغاز کا خدا ہے بلکہ آخر کا بھی خدا ہے۔وہ آخر بعض کے لئے جلدی آ جائے گا اور بعض کے لئے دیر سے۔اس ترجمہ کے لحاظ سے جو آپ لفظ ''یَوْم'' کا کرتے ہیں۔اس یوم کی میعاد کے لحاظ سے۔بہرکیف ہمیشہ اس میعاد کے شروع میں رحمان ہے۔رحیم اس کے درمیانی حصہ میں اور مالک اس کے آخر پر۔انسان کا کوئی عمل ایسا نہیں ہو سکتا جو بغیر اجر کے رہے یا بغیر سزا کے۔اس لئے کہ ﴿مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ آپ کو بتاتا ہے کہ ہر قسم کے آخر پر آپ مالک کو منتظر پائیں گے کہ وہ آپ کو آپکے اعمال کا اجر دے۔یہ مضمون قرآن کریم کی کئی اور آیات میں بہت حسین رنگ میں بیان کیا گیا ہے یعنی مالکیت کا اظہار۔اگر آپ ان آیات کا مطالعہ کریں گے تو آپ ان کے حسن اور دلکشی کو سمجھ سکیں گے۔اُن آیات کا اس لفظ مالک کے ساتھ تعلق باندھتے ہوئے اس تشریح کے ساتھ جو بیان کی گئی اور جس ترتیب کے ساتھ یہ لفظ یہاں رکھا گیا ہے۔اس وقت آپ سمجھ سکیں گے کہ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض اس قسم کے لوگ ہیں جو اس دنیا کی خوبصورتی کا پیچھا کرتے ہیں لیکن جب وہ اس کے آخر پر پہنچتے ہیں تو ان کا آخر اس شخص کی طرح ہے جو پانی کے لئے ایک سراب کا پیچھا کر رہا ہو۔لیکن جب وہ اس جگہ پہنچتا ہے جہاں وہ سمجھتا تھا کہ پانی ہے وہاں وہ خدا کو پاتا ہے جو اسے ثواب یا عذاب دینے کے لئے کھڑا ہے ان اعمال کی جزا کے لئے جو اس نے کئے تھے۔ایک مالک کی حیثیت میں۔اس مالک کو آپ صرف موت کے بعد ہی نہ ملیں گے بلکہ جیسا کہ مَیں نے پہلے واضح کیا تھا وہ مالک ہر اجر اور سزا کے مظہر کا مالک ہے۔اور اس طرح یہ تصویر مکمل ہوتی ہے۔

Special Flights

بقیہ: حضور انور کا برطانیہ کی مختلف جماعتوں کا دورہ
از صفحہ نمبر 16

رابرٹ دی بروس تلوار ہاتھ میں لئے زرہ بکتر پہنے ایک گھوڑے پر سوار ہے۔ اس یادگار کی نقاب کشائی ملکہ برطانیہ نے کی تھی۔ حضور انور نے یہاں ویڈیو بنانے کے علاوہ بعض فوٹوز بھی لئے اور سارے قافلہ کی بھی ایک اکٹھی تصویر کھینچی۔

یہاں سے فارغ ہو کر حضور انور مع قافلہ سٹرلنگ قلعہ کی طرف تشریف لے گئے۔ شہر کے اندر سے گزرتے ہوئے حضور انور نے باہر سے ہی قلعہ کو مشاہدہ فرمایا۔ اس کے بعد حضور انور The Falkirk Wheel دیکھنے کے لئے Falkirk تشریف لے گئے۔ یہ دنیا کا واحد اور منفرد پہیہ (Wheel) ہے جس کے ذریعہ سے کشتی کو ایک نہر سے اٹھا کر 36 میٹر کی بلندی پر واقع دوسری نہر میں لے جایا جاتا ہے۔ فالکرک کے مقام پر فورتھ اینڈ کلائیڈ نہر اور یونین نہر باہم ملتی ہیں مگر ان میں سے 36 میٹر کی بلندی حائل ہے۔ 1822ء میں نچلی نہر کے پانی کو گیارہ Locks کے ذریعہ بلند کر کے دوسری نہر کے ساتھ ملایا گیا تھا تا کہ سکاٹ لینڈ کے North Sea اور اٹلانٹک کے ساحل تک کشتیوں کے ذریعہ مال برداری ہو سکے۔ لیکن 1960ء میں موٹر ویز کے بن جانے کے بعد اس رستہ کو ترک کر دیا گیا۔ اور اب دو سال قبل 1.7 ملین پونڈ کی لاگت سے یہ پہیہ بنایا گیا اور یہ پہیہ اتنا طاقت ور ہے کہ دو سو بسوں کو یا ایک سو ہاتھیوں کو بیک وقت اٹھا سکتا ہے۔ سیاح اس پہیہ کے ذریعہ کشتی کو ایک نہر سے دوسری نہر تک منتقل ہونے کے منظر کو دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں اور اکثر کشتی میں سیر بھی کرتے ہیں۔ حضور انور نے اس نظارہ کو بڑی دلچسپی سے ملاحظہ فرمایا اور ویڈیو بھی بنائی۔ حضور انور یہاں بعض سکاٹش لوگوں کو بھی ملے اور ان کی عادات واطوار کا جائزہ لیا۔

دو بجے حضور انور مع قافلہ قیام گاہ پر تشریف لائے۔ نمازِ ظہر وعصر کے بعد سوا تین بجے اس زرعی فارم کے مالک مسٹر ہینری نے حضور انور ایدہ اللہ سے ملاقات کی اور زراعت کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ ساڑھے تین بجے حضور انور مع قافلہ یہاں سے 60 میل کے فاصلہ پر واقع ایک مقام Pitlochry کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ مقام پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے اور اس کے دامن میں دریاؤں اور جھیلوں کا منظر بہت ہی قابلِ دید ہے۔ حضور انور نے یہاں پہنچ کر بعض دکانوں کو وزٹ کیا اور شاپنگ بھی کی۔ اس کے بعد حضور انور ایک ایسے مقام پر تشریف لے گئے جسے Queen's View کہتے ہیں۔ اس جگہ کا نام رابرٹ دی بروس کی ملکہ کے نام پر رکھا گیا۔ مگر اسے شہرت ملکہ برطانیہ کے اس جگہ کے دورہ کے بعد حاصل ہوئی۔ بلندی پر واقع اس چبوترہ نما مقام Queen's View سے پہاڑوں اور دریاؤں کا نظارہ بہت ہی خوبصورت منظر پیش کرتا ہے۔ یہاں بھی حضور انور نے ویڈیوں بنائی اور فوٹو گرافی بھی فرمائی۔

یہاں سے حضور انور ایک دوسرے مقام پر تشریف لے گئے جہاں ایک ڈیم بنایا گیا ہے اس ڈیم کے بنانے کی وجہ سے ایک خاص مچھلی سلمن (Solomon) جو کہ پانی کے مخالف چلنے کی عادی ہے کا رستہ بند ہو گیا۔ اس کے لئے الگ سے رستہ بنا کر اس میں سیڑھیاں بنائی گئی ہیں اور اس رستہ کو شیشے کے ذریعہ دکھایا گیا ہے۔ اور بسا اوقات اس نسل کی مچھلیاں سیڑھیوں کے رستہ پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت سفر کرتی نظر آتی ہیں۔ اس جگہ کو Fish Ladder کا نام دیا گیا۔ حضور انور نے ڈیم اور اس Fish Ladder کو ملاحظہ فرمایا۔ اسی دوران جبکہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگ گیا اور بجلی کے قمقمے روشن ہونے لگے تو ڈیم سے پانی کے بہنے کا شور اور اردگرد بلند وبالا پہاڑوں پر درختوں کا منظر بہت جاذب نظر اور بھلا لگ رہا تھا۔ شام سات بجے حضور انور یہاں سے واپس اپنی رہائشگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر سوا آٹھ بجے نمازِ مغرب وعشاء پڑھائیں۔

7/اکتوبر کو 10:30 بجے صبح حضور انور نے لاج کے اردگرد کچھ دیر سیر کی اور پھر گیارہ بجے ممبرانِ قافلہ اور مکرم عبدالغفار عابد صاحب (ریجنل امیر) کے ہمراہ حضور انور فالکرک قصبہ کے نواح میں واقع نشانہ بازی کے ایک سکول Scotland Shooting School میں تشریف لے گئے۔ یہاں ایک مشین کے ذریعہ پلیٹ نما مٹی کے کبوتر کو فضا میں بلند کیا جاتا ہے اور پھر اس اڑتے ہوئے مصنوعی کبوتر پر بندوق سے گولی چلائی جاتی ہے۔ اس کو Clay Pigeon Shooting کہتے ہیں۔ حضور انور نے یہاں نشانہ بازی کی مشق فرمائی۔ حضور انور ایدہ اللہ کے بعد مکرم مرزا فخر احمد صاحب اور پھر حفاظت خاص اور ایم ٹی اے کے کارکنان میں سے بعض نے حضور انور کی موجودگی میں نشانہ بازی کی۔ ایم ٹی اے کی ٹیم کے ممبران کی بہترین نشانہ بازی پر حضور انور نے خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے انہیں دادِ تحسین سے نوازا۔ ڈیڑھ بجے حضور انور یہاں سے واپس رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں۔ آٹھ بجے شب حضور انور نے نماز مغرب وعشاء پڑھائیں۔

8/اکتوبر کو حضور انور 11 بجکر 20 منٹ پر مع قافلہ مسجد بیت الرحمان گلاسگو کے لئے روانہ ہوئے۔ مسجد بیت الرحمان سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خاص دعاؤں اور توجہ کا ثمر ہے۔ دسمبر 1984ء میں اس بلڈنگ کا سودا ہوا۔ جنوری 1985ء میں جماعت کو اس کا قبضہ ملا اور سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 9/مئی 1985ء کو یہاں تشریف لا کر اس کا معائنہ فرمایا اور 10/مئی کو خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ کے ذریعہ اس کا افتتاح فرمایا اور جماعت کو تبلیغ کی طرف توجہ دلائی۔ بعدہٗ حضورؒ نے انتظامیہ کو اس بلڈنگ کی مکمل مرمت کی ہدایت فرمائی۔ جس کی تکمیل پر حضورؒ دوبارہ 8/اپریل 1988ء کو گلاسگو تشریف لائے اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ 16 سال سے زائد عرصہ کے بعد آج پھر پیارے آقا سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسے رونق بخشی اور یہاں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

جماعت احمدیہ گلاسگو نے مسلسل اڑھائی ماہ کے وقارِ عمل کے ذریعہ اس بلڈنگ کی ازسرِنو تزئین ومرمت کی سعادت پائی۔ جماعت کے پندرہ بیس افراد نے تو واقعی دن رات ایک کر کے بہت محنت سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ مسجد بیت الرحمان کی عمارت تین منزلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی منزل پر ایک بڑا ہال بطور مسجد استعمال ہوتا ہے۔ دوسری منزل پر موجود ہال خواتین کے لئے بطور مسجد استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ تیسری منزل پر مبلغ سلسلہ کا فلیٹ ہے۔ علاوہ ازیں ہر منزل پر مختلف جماعتی دفاتر بھی قائم ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے جماعت کی موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے یہ عمارت کافی موزوں ہے۔

بارہ بجکر پچپن منٹ پر سیدنا حضور انور ایدہ اللہ مسجد بیت الرحمان میں ورود فرما ہوئے تو احباب جماعت کی مسرت دیدنی تھی۔ عید سے بڑھ کر سماں تھا۔ محترم رفیق احمد حیات صاحب (امیر یو۔کے۔)، محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب (مبلغ انچارج یو۔کے۔) محترم چوہدری وسیم احمد صاحب (صدر مجلس انصار اللہ یو۔کے۔) محترم سید نصیر احمد شاہ صاحب (چیئر مین ایم ٹی اے انٹرنیشنل) اور دیگر کئی اکابرین جماعت یو۔کے۔ حضور انور کی پیشوائی کے لئے لنڈن سے یہاں تشریف لا چکے تھے۔ جونہی حضور انور کی کار مسجد بیت الرحمان کے صدر دروازہ کے سامنے رکی تو فٹ پاتھ پر ترتیب کے ساتھ کھڑے بچوں نے مکرم نوید احمد صاحب جنجوعہ کی قیادت میں ترانہ پڑھنا شروع کیا۔ مکرم امیر صاحب یوکے، مکرم امام صاحب، مکرم ریجنل امیر صاحب اور ریجنل مبلغ سلسلہ نے حضور انور کے استقبال کی سعادت پائی۔ جبکہ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کے استقبال کی سعادت مکرمہ مسز رضیہ احمد صاحبہ (صدر لجنہ) مکرمہ ریحانہ عابد صاحبہ (اہلیہ مکرم عبدالغفار صاحب ریجنل امیر) اور مکرمہ امۃ الکریم ملک صاحبہ (اہلیہ مکرم محمد اکرم ملک صاحب مبلغ سلسلہ) کو نصیب ہوئی۔ اس موقعہ پر سری لنکا کی ایک بچی نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔

جونہی حضور انور بلڈنگ کے صدر دروازہ سے اندر تشریف لائے تو سیڑھیوں پر کھڑی ناصرات نے عزیزہ سعدیہ بتول ملک کی قیادت میں نظم ''یہ روز کر مبارک سبحان من یَرَانی'' کے چند اشعار پڑھ کر استقبال کیا۔

استقبالیہ مراحل سے گزر کر حضور انور سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے اور اذان دینے کا ارشاد فرمایا۔ ایک سکاٹش احمدی مسلمان مکرم پاشا دانیال صاحب نے اذان دینے کی سعادت پائی۔ اس کے بعد حضور انور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں بالخصوص سکاٹ لینڈ کے احباب کو مخاطب فرماتے ہوئے تبلیغ کی تلقین فرمائی۔ اور گزشتہ کوتاہیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے معافی مانگنے کا ارشاد فرمایا۔ تقدیر الٰہی تھی یا حسن اتفاق کہ 19 سال پہلے بھی جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے سکاٹ لینڈ میں پہلا خطبہ ارشاد فرمایا تو سکاٹش جماعت کو اس میں تبلیغ کی طرف توجہ دلائی اور آج پھر حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے بھی اپنے پہلے خطبہ میں سکاٹش جماعت کو تبلیغ کی طرف ہی توجہ دلائی۔ (خطبہ کا متن الفضل انٹرنیشنل میں شائع ہو چکا ہے)

حضور انور نے خطبہ جمعہ کے بعد نماز جمعہ اور نماز عصر پڑھائیں اور پھر سکاٹ لینڈ کے سب احباب جماعت کو شرفِ مصافحہ بخشا اور ساتھ ساتھ بعض احباب سے تعارف بھی حاصل فرمایا۔ ملاقات کرنے والوں میں بکثرت ایسے خوش نصیب بچے بھی تھے جنہیں حضور انور نے مصافحہ کا شرف بخشا بلکہ پیار سے ان کے رخسار بھی تھپتھپائے اور سروں پر دستِ شفقت رکھا۔ ان میں وقفِ نو کے بچے بھی تھے جن سے حضور انور نے ان کی آئندہ تعلیم کے بارہ میں بھی استفسارات فرمائے۔ بچوں سے ملتے ہوئے حضور انور نے انہیں چاکلیٹ دیئے جبکہ طلبا کو چاکلیٹ کے ساتھ قلم بھی عطا فرمائے۔

اس دوران حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نے ازراہ شفقت تمام خواتین سے مصافحہ فرمایا اور تعارف حاصل فرمایا۔

مردوں سے ملاقات کے بعد حضور انور بالائی

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS
& COMMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, Employment

Contact:

Muzaffar Mansoor, Solicitor & Expert Witness Asylum Cases

Robyn Lynch, Martin Chambers Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

منزل پر تشریف لے گئے اور وہاں موجود تمام خواتین کو شرفِ ملاقات بخشا۔ جب حضور انور خواتین کے حصہ میں تشریف لائے تو عزیزہ سعدیہ بتول ملک کی قیادت میں ناصرات الاحمدیہ نے استقبالیہ نظم پڑھی۔ حضور ان بچیوں کے پاس کھڑے ہوگئے اور ان کی دلداری فرمائی اور سب بچیوں کو قلم اور چاکلیٹ عطا فرمائے۔

قریباً بیس منٹ یہاں تشریف فرما رہنے کے بعد حضور انور مکرم محمد اکرم ملک صاحب کے ہمراہ بالائی منزل پر واقع مبلغ سلسلہ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ اس دوران حضور انور نے ان سے فلیٹ کی مکانیت وغیرہ امور سے متعلق دریافت فرمایا۔ حضور انور کی اجازت سے انہیں فیملی سمیت حضور کے ساتھ ویڈیو اور فوٹو بنوانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

حضور انور اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نے اسی فلیٹ میں دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور تقریباً ایک گھنٹہ اس میں مقیم رہے۔ اس کے بعد حضور انور نیچے تشریف لائے اور بلڈنگ کا تفصیلی معائنہ فرمایا۔ مبلغ سلسلہ کے دفتر کے معائنہ کے دوران دفتر میں موجود کتب کا بغور جائزہ لیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''یہاں بھی کتب کی کمی ہے''۔

حضور انور نے تبلیغ روم، لجنہ آفس، خدام الاحمدیہ آفس اور جماعت کے آفس کا معائنہ فرمایا۔ اور پھر ڈائننگ ہال اور کچن سے ہوتے ہوئے مانچسٹر روانگی کے لئے باہر سڑک پر تشریف لے آئے۔ جہاں احباب جماعت کثیر تعداد میں دست بستہ کھڑے حضور انور کا انتظار کر رہے تھے۔ حضور انور نے اجتماعی دعا کروائی اور بلند ہاتھوں سے سب احباب کو الوداع کہتے ہوئے مع قافلہ ساڑھے چار بجے مانچسٹر تشریف لے گئے۔

دارالامان (مانچسٹر) میں ورودِ مسعود

پریسٹن، بلیک برن، لیورپول اور نارتھ ویلز، مانچسٹر اور اردگرد کی جماعتوں کے مخلصین جماعت کے مرکز 'دارالامان' میں حضور انور کے ورودِ مسعود کے لئے چشم براہ تھے۔ اور مہینہ بھر سے دن رات مشن ہاؤس کو سجانے اور صاف ستھرا بنانے میں مصروف تھے۔ اس موقعہ پر مشن ہاؤس میں بہت سے تبدیلیاں کی گئی تھیں اور تقریباً مکمل Renovation کی گئی تھی۔ جس کے لئے مانچسٹر جماعت کے سیکرٹری جائیداد مکرم خالد حیات صاحب اور ان کی ٹیم نے محنت شاقہ سے کام کیا اور مسلسل کئی ہفتے ساری ساری رات جاگ کر یہ خدمت سرانجام دی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

حضور انور شام آٹھ بجے مانچسٹر مشن ہاؤس میں رونق افروز ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلے نماز مغرب و عشاء باجماعت پڑھائیں اور پھر ایک نائیجیرین نو احمدی کی دستی بیعت قبول فرمائی جس میں تمام احباب و خواتین بھی شامل ہوئے اور اجتماعی دعا سے حصہ پایا۔ دستی بیعت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے تمام مردوں اور بچوں کو شرف مصافحہ بخشا اور بچوں میں چاکلیٹس اور قلم تقسیم فرمائے۔ پھر حضور انور خواتین کی طرف تشریف لے گئے جہاں بچیوں نے مختلف نظموں اور نغموں کے ساتھ حضور انور کا استقبال کیا۔ حضور انور نے ان بچیوں کی یہاں تک دلجوئی فرمائی کہ جب تک ان بچیوں نے اس موقع کے لئے تیار کی ہوئی ساری نظمیں ترنم کے ساتھ سنا نہ لیں، حضور انور نے کسی اور کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اس کے بعد حضور انور نے اپنے دستِ مبارک سے تمام بچیوں کو چاکلیٹس اور قلم عطا فرمائے۔ اور پھر حضور انور اور حضرت بیگم صاحبہ مشن ہاؤس کی اوپر کی منزل پر واقع رہائش گاہ میں تشریف لے گئے۔

9/اکتوبر کو 10:30 پر حضور انور لندن روانگی کی غرض سے نیچے تشریف لائے اور مشن ہاؤس کی عمارت کا اندرونی اور بیرونی طور پر معائنہ فرمایا۔ اس موقع پر حضور انور نے کچن اور باتھ روم کی صفائی کا معیار بلند کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

لائبریری کے ملاحظہ کے دوران فرمایا کہ فضل عمر فاؤنڈیشن کی تصانیف بھی منگوائیں۔ نیز نئی مسجد کی تعمیر کے لئے جگہ تلاش کرنے کی بھی ہدایت فرمائی۔ اسی دوران حضور انور نے مکرم مرزا نصیر احمد صاحب مبلغ سلسلہ مانچسٹر کی درخواست پر Visitor's book پر اپنے دستخط بھی ثبت فرمائے۔ اسی سہ پہر تین بجکر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ مسجد فضل لندن میں ورود فرما ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور انور کا یو۔کے۔ کی مختلف جماعتوں کا یہ دس روزہ سفر بہت بابرکت رہا۔ جماعتوں میں نمایاں بیداری کے ساتھ ساتھ خلافت احمدیہ سے ان کی پختہ وابستگی کا امین اور ضامن بنا رہا۔ اللہ کرے کہ جماعت احمدیہ کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد باسعادت میں دنیا کے ہر خطے میں غیر معمولی ترقیات اور فتوحات نصیب ہوں اور سیدنا حضور انور ایدہ اللہ کا وجود باجود ہمیشہ مظفر و منصور بنا رہے اور الٰہی تائیدات کی صورت میں "اِنِّی مَعَکَ یا مسرور" کی پیشگوئی کے جلوے ہر روز نئی شان کے ساتھ اکنافِ عالم میں ظاہر ہوتے رہیں۔ آمین۔

❁❁❁❁

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 12/اکتوبر کو قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم شیخ نعیم الرحمان صاحب** (ابن مکرم شیخ عبدالرحمان صاحب کپورتھلوی) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرم شیخ نعیم الرحمان صاحب مورخہ 8/اکتوبر 2004ء کو یوکے میں بعمر 71 سال بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب سابق امیر جماعت اسلام آباد کے بھائی تھے۔ باوفا، سلسلہ کا درد رکھنے والے اور خلافت کے فدائی وجود تھے۔

اس موقع پر **مکرمہ نصرت باجوہ صاحبہ** (اہلیہ مکرم چوہدری شریف احمد باجوہ صاحب سابق امیر و امام مسجد لندن و امیر جماعت امریکہ) کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

مکرمہ نصرت باجوہ صاحبہ 30/اگست 2004ء کو 83 سال کی عمر میں لاہور میں وفات پاگئیں مرحومہ چوہدری محمد حسین صاحب کی بیٹی تھیں جو مکرم چوہدری شاہنواز صاحب مرحوم کے والد چوہدری تاج محمد صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ بہت نیک، ہمدرد اور باہمت خاتون تھیں۔ اپنے شوہر کے ہمراہ بڑے احسن رنگ میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

❁❁❁❁❁

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 14/اکتوبر کو قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرمہ رقیہ بیگم صاحبہ** (اہلیہ مکرم عبدالرشید صاحب) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرمہ رقیہ بیگم صاحبہ مورخہ 9/اکتوبر 2004ء کو یوکے میں بعمر 84 سال بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور محسن رضوی صاحب صدر جماعت شیفیلڈ کی ساس تھیں۔ آپ نے لمبا عرصہ صدر لجنہ شیفیلڈ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

اس کے ساتھ ہی **مکرم پیر مطہر احمد صاحب** (ابن مکرم پیر صلاح الدین صاحب) کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

مکرم پیر مطہر احمد صاحب 12/اکتوبر 2004ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم پیر صلاح الدین صاحب کے بیٹے، مکرم پیر اکبر علی صاحب کے پوتے اور مکرم ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ کمپیوٹر کے ماہر تھے۔ اسلام آباد کی جماعت کے حسابات کے لئے بھی آپ نے ایک کمپیوٹر پروگرام بنا کر دیا اور بہت سا وقت اس خدمت میں صرف کیا۔ آپ نے اہلیہ کے علاوہ 3 بچے یادگار چھوڑے ہیں۔ جن میں سے 2 بیٹے اور ایک بیٹی ہے اور یہ سب پڑھ رہے ہیں۔

❁❁❁❁❁

احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری سے رابطہ کے لئے درج ذیل فون/فیکس نمبر استعمال کریں۔

Telephone Number:
020 8870 8517

Fax Number:
020 8870 5234

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
(مینیجر)

Kashmir Shop

اعلیٰ معیار کی ضامن
چناب سویٹس
ہمارے ہاں ہر قسم کی مٹھائیاں، سموسے، پکوڑے
آرڈر پر بھی تیار کئے جاتے ہیں۔
بلجیم، ہالینڈ کے لئے بڑے آرڈر پر سپلائی کا انتظام بھی موجود ہے
Chanab Sweets
Bieberer Str. 165-63179 Obertshausen
Germany
Tel: 06104 800612 Fax: 06104 409347
Mobile: 0162 8909960

Jalebe

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

امّ المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

امّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کی ازدواجی حیثیت کے متعلق بعض غیر محتاط مسلم مؤرخین نے نادانستہ اور غیر مسلم مؤرخین نے دانستہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کی لونڈی اور کنیز تھیں اور آپؓ کی حیثیت آنحضرت ﷺ کی دوسری ازواج مطہرات سے کم تر تھی۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کی حیثیت ایک کنیز کی ہرگز نہ تھی بلکہ آنحضرت ﷺ نے آپؓ سے باقاعدہ نکاح فرما کر آپؓ کو ازواج مطہرات میں شامل فرمایا تھا۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲؍جون ۲۰۰۴ء میں مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے اپنے مضمون میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بارہ میں اس تأثر کو غلط ثابت کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جب شاہان عرب وعجم کو اسلام کی دعوت دی تو قبطی قوم کے عظیم راہنما مقوقس والی مصر کو بھی ایک خط لکھا۔ مقوقس نے حضورؐ کے خط کا بہت احترام کیا اور خیر سگالی کے طور پر خط کے جواب کے ساتھ قبطی قوم کی عالی نسل کی دو لڑکیاں بھی تحفتاً بھجوائیں۔ ایک ان میں سے حضرت ماریہؓ تھیں۔ جن کو آنحضرتؐ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ماریہ کے بطن سے حضورؐ کے فرزند ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے جو کم سنی میں ہی وفات پاگئے۔

پھر چونکہ حضرت ماریہؓ کسی جنگ میں اسیر ہوکر نہیں آئی تھیں اس لئے ان کی آزاد حیثیت برقرار تھی اور وہ ملک یمین قرار نہیں پاسکتی تھیں۔

یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ماریہؓ سے شروع سے ہی پردہ کروایا۔ اور یہ امر مسلمہ فقہی مسئلہ ہے کہ پردہ صرف آزاد عورت ہی کرسکتی ہے۔

پھر مقوقس والی مصر نے آنحضرت ﷺ کے مکتوب گرامی کے جواب میں لکھا تھا کہ ...... میں آپ کی خدمت میں دو لڑکیاں بھجوا رہا ہوں جنہیں قبطی قوم میں بڑا درجہ حاصل ہے۔......

گویا اس نے حضورؐ کی تکریم کے اظہار کے طور پر انتہائی اعلیٰ خاندان کی لڑکیوں کا انتخاب کر کے بھجوایا تھا، نہ کہ غلاموں کی مارکیٹ سے خرید کر۔

حضرت ماریہ کے بطن سے آنحضرت ﷺ کے جو فرزند پیدا ہوئے وہ بڑے عظیم المرتبت تھے۔ ان کی وفات پر آنحضرتؐ نے فرمایا: **لَوْعَاشَ اِبْرَاهِيْمَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا** کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ایک صدیق نبی ہوتا۔ اس جلیل القدر بچہ کا نسب کسی طور پر بھی داغدار ہونا سنت الٰہی کے خلاف ہے۔ انبیاء حسباً و نسباً اعلیٰ خاندانوں میں پیدا ہوتے ہیں تا دشمن ان پر اس طور کا طعن نہ کرسکے۔

عربی زبان میں ایک کنیز کو حبالۂ عقد میں لانے کے لئے تزوج کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ تزوج باقاعدہ نکاح کو کہتے ہیں جو ہمیشہ آزاد عورت سے ہوتا ہے۔ حضرت صفیہؓ کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔ **ان رسول اللّٰہ ﷺ اعتق صفیہ وتزوجھا**۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے آپ سے باقاعدہ شادی کرلی۔ اسی قسم کے الفاظ حضرت ماریہؓ کے متعلق بھی آتے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی لکھا ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے ماریہ بنت شمعون سے باقاعدہ شادی کرلی جسے اسکندریہ کے والی مقوقس نے رسول اللہ کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا۔

اس مضمون میں بعض شبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً کتب آثار و سیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اعتقھا ولدھا** کہ ماریہ کو اس کے بیٹے نے آزاد کردیا۔ اسی طرح حدیث بیان کی جاتی ہے کہ جب کسی کنیز کے ہاں اس کے مالک سے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنے مالک کی وفات کے بعد آزاد ہوجاتی ہے۔ ان ہر دو روایات پر قاضی ابن الرشد قرطبی تنقید کرتے ہیں کہ مذکورہ دونوں احادیث محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔

بعض مورخین کو لفظ جاریہ سے دھوکا لگا ہے کہ یہ لفظ صرف لونڈیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ اپنے متعلق واقعہ افک کے ذکر میں جاریہ کا لفظ استعمال فرماتی ہیں۔

بعض مسلمان مورخین کو ماریہ نام سے بھی غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے علاوہ ماریہ نام کی دو خادمائیں آنحضرتؐ کی خدمت گزاری میں رہتی تھیں۔ ایک ماریہ جو جاریہ النبی کہلاتی تھی ان کی کنیت ام رباب تھی اور دوسری خادمۃ النبی کہلاتی تھیں۔ یہ مثنی بن صالح بن مہران عمرو بن حریث کی دادی تھیں۔ ان دونوں خادماؤں کے حضرت ماریہ کے ہم نام ہونے کی وجہ سے واقعات میں التباس پیدا ہوگیا۔

......❁......❁......❁......

کموڈور رحمت اللہ باجوہ صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ یکم جولائی ۲۰۰۴ء میں مکرم مظہر اقبال صاحب اپنے مختصر مضمون میں مکرم کموڈور رحمت اللہ باجوہ صاحب ابن حضرت محمد حسین صاحب کا ذکر خیر کرتے ہیں۔

مکرم باجوہ صاحب ۲۲؍مئی ۲۰۰۴ء کو بعمر ۸۷ سال وفات پاگئے۔ آپ ایک درویش منش، پرخلوص، بے غرض اور بے لوث ہمدرد سچے اور کھرے انسان تھے۔ مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ ایک دن خاکسار آپ کے گھر گیا تو آپ پوسٹ کارڈ لکھ رہے تھے جن پر کراچی کے ایڈریس لکھے ہوئے تھے۔ مَیں نے عرض کی کہ آپ فون کا استعمال کیوں نہیں کرتے۔ فرمانے لگے کراچی میں لوکل کال پر دو روپیہ خرچہ آتا ہے اور ایک پوسٹ کارڈ پر ایک روپیہ خرچہ آتا ہے۔ اس طرح ایک روپیہ کی بچت بھی ہوجاتی ہے اور متعلقہ شخص کو پیغام بھی تحریری مل جاتا ہے۔ اس لئے اگر ایمرجنسی نہ ہو تو میں اسی ذریعہ کو پسند کرتا ہوں۔

مالی تحریکات میں آپ ہمیشہ نمایاں قربانی پیش کرتے تھے۔ ربوہ میں مدرسۃ الظفر (وقف جدید) سے ملحق آپ کی بہو کا ایک پلاٹ تھا جس کی وقفِ جدید کو ضرورت تھی خاکسار نے اس سلسلہ میں آپ سے رابطہ کیا کہ یہ پلاٹ ہمیں قیمتاً دلوادیں۔ آپ نے فوری کارروائی کرتے ہوئے اپنی طرف سے اس کی قیمت ادا کی اور پلاٹ تحفۃً وقف جدید کو پیش کردیا۔

جماعت کے لئے آپ کے دل میں بہت غیرت تھی۔ ایک دن مجھے فون آیا کہ آج فلاں اخبار میں ہمارے خلاف جو مضمون شائع ہوا ہے وہ جھوٹ کا پلندہ ہے اخبار کے ایڈیٹر سے جاکر پوچھنا چاہئے کہ تم کیا کر رہے ہو۔ میں نے عرض کی ضرور۔ پھر ہم تین افراد پر مشتمل وفد متعلقہ اخبار کے ایڈیٹر سے جاکر ملے۔ ایڈیٹر نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ احتیاط کی جائے گی۔

آپ جماعتی خدمات کو بڑے شوق سے اور انہماک سے بجالاتے تھے۔ مسجد بیت الرحمٰن کلفٹن کی تعمیر میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ خدمت خلق کا بھی آپ کے اندر بہت جذبہ تھا۔ جو بھی آپ کے پاس اپنے کسی کام کی غرض سے آتا تو آپ کوشش کرکے اس کا کام کرتے۔ اگر کسی کی سفارش کرنی ہوتی تو جائز سفارش فوراً کردیتے۔

......❁......❁......❁......

بدایۃ المجتہد

علم فقہ کی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد کے مصنف محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد (520ھ -595ھ) المعروف ابن رشد ہیں جو اندلس کے ایک مشہور فقیہہ تھے جو دینی مسائل میں اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ آپ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی کتاب "بدایۃ المجتہد" کے بارہ میں ایک مختصر مضمون روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۹؍مئی ۲۰۰۴ء کی زینت ہے۔

حضرت ابن رشدؒ کی اس کتاب کو دیگر فقہی کتب میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس کے مضامین کی ترتیب دیگر کتب فقہ کی ترتیب سے بالکل مختلف ہے مثلاً عبادات کے بعد کتاب الجہاد کو کتاب الایمان اور کتاب المعاملات سے مقدم رکھا ہے۔

دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے اجتہاد کی قوت اور استعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ ابن رشد سے قبل فقہاء کا کام صرف یہ تھا کہ وہ اپنے امام کی رائے کی لازماً تائید کرتے تھے چنانچہ اپنے امام کے قول کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہر قسم کے رطب ویابس دلائل فراہم کئے جاتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر فریق اپنے اپنے امام کے مسلک کے ساتھ چمٹا رہتا۔ چنانچہ ان کے ذہنوں میں ایسا جلا پیدا نہ ہوسکا کہ وہ خالی الذہن ہوکر یہ فیصلہ کرسکیں کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل پر کون ہے۔ لیکن ابن رشد نے یہ کتاب لکھ کر علم کی اتنی بڑی خدمت کی ہے کہ انہوں نے ذہنوں کے دھارے کو بالکل بدل کر رکھ دیا اور کورانہ تقلید کے انداز کو تہہ وبالا کرلیا اور اذہان میں نئے انداز پر سوچنے کی اہلیت پیدا کردی۔

تیسری اہم خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ بالعموم فقہ کی کتب میں فروعی مسائل جمع کردیئے جاتے ہیں۔ ان کا پڑھنے والا یہ معلوم نہیں کرسکتا کہ کس فرعی مسئلہ کو کس اصول کے تحت مستنبط کیا گیا ہے اور کیا بیان کردہ مسئلہ کا کوئی مخالف پہلو بھی ہے کہ نہیں اور اگر ہے تو اسے بیان کرنے والا کس اصول سے اخذ کرتا ہے۔ ابن رشد نے اس مقلدانہ طرز کو ترک کرکے نیا اسلوب بیان اختیار کیا ہے چنانچہ مسئلہ کے موافق اور مخالف پہلو کو بیان کرکے ہر ایک مذہب کے تائیدی دلائل بیان کردیئے ہیں اور ساتھ ساتھ ترجیحی مذہب کی نشاندہی کردی ہے۔ اور اگر اُن کو بیان کردہ مسائل میں سے کسی ایک سے بھی اتفاق نہ ہو تو انہوں نے اپنا نیا اجتہاد پیش کرکے اس کو دلائل سے واضح کیا ہے۔ ابن رشد کی وسعت نظر اس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ معروف اور غیر معروف ہر قسم کے ائمہ کے مذاہب اس کتاب میں موجود ہیں۔

......❁......❁......❁......

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۷؍مئی ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرم ارشاد احمد شکیب صاحب کی نظم میں خدام کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں یوں عرض ہے:

ضائع ہم آپؓ کا پیغام نہ ہونے دیں گے
سرنگوں پرچمِ ایمان نہ ہونے دیں گے
خدمتِ دیں کے عوض نفس کو اپنے ہرگز
ہم کبھی طالبِ انعام نہ ہونے دیں گے
آپ کے فیض سے چمکا ہے جو مہرِ انور
ہم اسے زیبِ رخ شام نہ ہونے دیں گے
لاکھ طوفان اٹھیں ظلم کے لیکن دل کو
ناشکیب آپؓ کے خدام نہ ہونے دیں گے

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 11 | Friday November 12, 2004 | Issue No. 46

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا برطانیہ کی مختلف جماعتوں کا دس روزہ نہایت بابرکت سفر

برمنگھم میں ''مسجددارالبرکات'' کے افتتاح کی مبارک تقریب

بریڈفورڈ میں ''مسجدالمہدی'' اور ہارٹلے پول میں ''مسجد ناصر'' کے سنگ بنیاد کی روح پرور تقریبات۔

Ilkley میں پکنک۔ سکنتھورپ، ہڈرزفیلڈ، گلاسگو (سکاٹ لینڈ) اور مانچسٹر کے جماعتی مراکز کا دورہ

دوسری اور آخری قسط

مسجد ''بیت الصمد'' (ہڈرزفیلڈ) میں ورودِ مسعود

ILKLEY سے 5 بجے شام کے قریب اجتماعی دعا کے بعد حضور مع قافلہ ہڈرزفیلڈ کی مسجد کے معائنہ کے لئے روانہ ہوئے اور 6 بجے مسجد ''بیت الصمد'' ہڈرزفیلڈ میں ورود فرمایا۔ جہاں ہڈرزفیلڈ کے علاوہ Halifax اور Spen Valley کی قریبی دو جماعتوں کے تمام احباب وخواتین اور بچے نہایت منظّم اور پروقار طریق پر اپنے پیارے آقا کے استقبال اور ان سے ملاقات کے لئے جمع ہو چکے تھے۔ لجنہ اماء اللہ نے حضور انور کے استقبال کے لئے لجنہ ہال کو لوائے احمدیت اور برطانیہ کی جھنڈیوں سے خوب سجایا ہوا تھا اور چھوٹی بچیاں خاص لباس زیب تن کئے ایک ہی رنگ کے دوپٹے لئے ہوئے تھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب مسجد بیت الصمد ہڈرزفیلڈ پہنچے تو ریجنل امیر مکرم بلال ایٹکنسن صاحب اور صدر جماعت مکرم محمد طاہر ورک صاحب نے آگے بڑھ کر حضور انور کا استقبال کیا۔ اور اطفال الاحمدیہ نے استقبالیہ ترانہ پیش کیا۔

حضور انور اپنی آمد کے بعد سیدھے مشنری فلیٹ میں تشریف لے گئے جہاں مکرم غلام احمد خادم صاحب (مبلغ ہڈرزفیلڈ) نے حضور کا استقبال کیا اور ان کے واقف نو بیٹے عزیزم عطاء المنعم نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ ان کی اہلیہ اور بچیوں نے حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کا استقبال کرتے ہوئے انہیں بھی پھولوں کا خوشنما گلدستہ پیش کیا۔ حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہِ شفقت قریباً آدھ گھنٹہ وہاں قیام فرمایا۔ اور اس دوران گھریلو بلاتکلف ماحول میں ان کے ساتھ اور بچوں کے ساتھ غانا میں گزرے وقت کی بہت سی باتیں کیں۔ آخر پر حضور انور نے فرمایا کہ آؤ بچیو! لجنہ کی طرف لے چلو۔ جونہی حضور انور لجنہ ہال میں داخل ہوئے تو بچیوں نے ترانہ اور نظمیں پڑھ کر حضور انور کا استقبال کیا۔ حضور سٹیج پر تشریف لے گئے اور پھر بچیوں کو چاکلیٹ اور اپنے نام والے پین تحفتہً عطا فرمائے۔ اور ساتھ ساتھ بچیوں کا تعارف بھی حاصل کرتے رہے۔

اسکے بعد حضور انور نیچے مسجد میں تشریف لائے جہاں تمام احبابِ جماعت قطاروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور انور نے تمام افراد کو شرف مصافحہ بخشا اور تمام بچوں کو چاکلیٹ اور پین عطا فرماتے ہوئے ان کا تعارف اور حال احوال بھی دریافت فرماتے رہے۔

بعد ازاں حضور انور نے نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں تو آپ کی اقتداء میں قریباً 400 سے زائد مردوزن نے نمازیں ادا کیں جس کے بعد حضور انور قافلہ سمیت محترم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ اور رات انہی کے مکان پر قیام فرمایا۔ اسی دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے عزیزم مرزا رضوان احمد ابن مکرم مرزا ناصر انعام احمد صاحب کے قرآن مجید کا پہلا دَور مکمل کرنے پر انکی آمین بھی کروائی اور انہیں اپنی مستجاب دعاؤں سے نوازا۔

لیک ڈسٹرکٹ کی سیر

4/اکتوبر کو حضور انور ایدہ اللہ مع قافلہ یارک شائر سے صبح 11 بجکر دس منٹ پر دعا کے بعد لیک ڈسٹرکٹ کے لئے روانہ ہوئے اور ایک بجکر پینتالیس منٹ پر Bowness کے مقام پر جھیل Widermere کے کنارے مکرم ڈکٹر سعید احمد خان صاحب مرحوم کے بنگلہ پر پہنچے۔ 4 اور 5 اکتوبر کو حضور انور نے لیک ڈسٹرکٹ کے علاقے میں قیام فرما کر اس خوبصورت علاقے کی سیر کی۔ اس دوران مانچسٹر جماعت کو مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔ لیک ڈسٹرکٹ پہنچنے کے بعد دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوکر حضور انور ایدہ اللہ نے نماز ظہر وعصر باجماعت پڑھائیں اور پھر 4 بجکر 35 منٹ پر جھیل Windermere کی سیر کے لئے روانہ ہوئے۔ مانچسٹر کے احباب جماعت میں سے مبلغ سلسلہ مکرم مرزا نصیر احمد صاحب، مکرم قاضی ناصر احمد صاحب بھٹی نیز مکرم میر عبیداللہ صاحب، ڈاکٹر محمد احمد صاحب، مکرم کلیم اللہ صاحب ابن میر عبیداللہ صاحب اور لجنہ کی تین ممبرز کو بھی حضور انور کی شفقت واحسان کے نتیجہ میں حضور پُرنور کے اس قافلہ میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوگئی جو کشتی پر سیر کی غرض سے سوار ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑی موٹر بوٹ تھی جس نے ایک گھنٹہ تک سب کو سیر کروائی اور جھیل Windermere کا مرکزی حصہ دکھایا اس سیر کے دوران ایم ٹی اے والوں کے علاوہ پیارے آقا نے بھی ازراہ شفقت سب احباب کی تصاویر اپنے کیمرے سے کھینچیں۔ Boat Ride کے بعد حضور انور اور حضرت بیگم صاحبہ نے Windermere قصبہ کے مرکزی حصہ کی پیدل سیر کی۔

اگلے روز 5 اکتوبر کو صبح 11 بجکر چالیس منٹ پر حضور انور نے گلاسگو روانگی سے قبل Windermere قصبہ میں شاپنگ کی اور پھر بہت ہی خوبصورت مناظر والی ندیوں اور پہاڑی رستوں کی سیر کرتے ہوئے Carlise پہنچے اور کچھ دیر کے لئے رُک کر وہاں دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔

سکاٹ لینڈ میں ورود

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مع قافلہ 4 بجے سہ پہر سکاٹ لینڈ میں Denny قصبہ سے قریباً دومیل دور ایک زرعی فارم کی Wellsfield Farm Lodges میں فروکش ہوئے۔ یہ لاجز گلاسگو شہر سے قریباً 25 میل دور ایک سکاٹش مسٹر ہینری کے 225 ایکڑ کے وسیع زرعی فارم پر واقع ہیں۔ اس فارم پر گائیوں کے باڑے، گھوڑوں کے اصطبل اور مچھلیوں کے تین وسیع تالاب بھی ہیں جہاں شکاری مچھلیوں کا شکار کرنے آتے اور یہاں گھوڑسواری بھی سکھائی جاتی ہے۔ اس زرعی فارم میں نہایت ہی خوبصورت اور ہر سہولت سے مزین چار لاجز ہیں جو سارا سال سیّاحوں کی آمدورفت کی وجہ سے پررونق رہتی ہیں۔ اس دفعہ ان (Lodges) کو خدا کے مقدس خلیفہ کی میزبانی کا جو شرف عطا ہوا تو ان کی رونق اور بھی دوبالا ہوگئی۔ یہاں پہنچنے پر پہلے حضور انور ایدہ اللہ نے ان لاجز کا معائنہ فرمایا اور ماحول کا جائزہ لیا۔ اور پھر اپنی رہائش گاہ میں تشریف لے گئے۔ نصف گھنٹہ بعد حضور انور نے ممبرانِ قافلہ والی لاج میں تشریف لاکر نماز ظہر وعصر پڑھائیں۔ اور پھر ساڑھے سات بجے دوبارہ تشریف لاکر نمازِ مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ بعدہٗ مکرم عبدالغفار عابد صاحب ریجنل امیر سکاٹ لینڈ کو شرفِ ملاقات بخشا۔

اگلے روز 6 اکتوبر کو حضور انور نے سوا چھ بجے نمازِ فجر پڑھائی۔ صبح گیارہ بجے حضور انور نے ازراہِ شفقت مکرم محمد اکرم ملک صاحب (ریجنل مبلغ سکاٹ لینڈ) کو شرفِ ملاقات سے نوازا اور احوال دریافت فرمائے۔ اس کے بعد حضور انور مع حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ اور جملہ ممبران قافلہ سات آٹھ میل دُور ایک مصروف مقام Bannockburn تشریف لے گئے۔ اس موقع پر مکرم عبدالغفار عابد صاحب (ریجنل امیر) اور مکرم محمد اکرم ملک صاحب (ریجنل مبلغ) کو بھی حضور انور کی معیّت نصیب ہوئی۔ اس جگہ وہ میدانِ جنگ واقع ہے جہاں رابرٹ دی بروس اور ولیم والس نے انگریزوں کو شکست دی تھی اور فتح کا جھنڈا گاڑا تھا۔ یہ نسبتاً ایک بلند مقام ہے اور سٹرلنگ کے قلعہ سے دومیل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سکاٹش فوجوں نے انگریزوں کو سٹرلنگ کے قلعہ تک جانے سے روکا تھا۔ اور پھر کئی سال تک انگریزوں پر حکومت کی تھی۔ رابرٹ دی بروس کے بارہ میں مشہور ہے کہ جب اس نے انگریزوں سے شکست کھا کر ایک غار میں پناہ لی تو وہاں ایک مکڑی سے سبق سیکھا جو کئی بار کوشش کے نتیجہ میں آخر دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ تب یہ غار سے نکلا اور ولیم والس کو ساتھ ملایا اور انگریزوں سے گھمسان کی جنگ کی اور ان پر فتح پائی۔

بہرحال حضور انور اس میدان میں اس مقام پر تشریف لائے جہاں سکاٹ لینڈ کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ یہاں ایک بلند مینار بھی تعمیر شدہ ہے جہاں رابرٹ دی بروس کے چند فقرات درج ہیں اور دوسری طرف

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔